

رجسٹرڈ اینڈ نمبر ۲۴۵۰

# مشعل الاسلام

ماہنامہ

بھیر (مغربی پاکستان)

جلد اول

ماہ نومبر ۱۹۵۹ء

چند سالانہ  
فی پرچہ ۴

# شمس الاسلام

ہفت گزیری مائی پانچ  
تاریخ کو  
شائع ہوتا ہے

مدیر مسئول • غلام حسین

جلد ۳۰ جمادی الاول ۱۳۷۹ بمطابق نومبر ۱۹۵۹ء نمبر ۱۱

## فہرس

صفحہ	صاحب مضمون	مضمون	نمبر شمار
۳	ادارہ	بزم انصار	۱
۵	جناب مکرم مولوی عبد المجید صاحب	تعلیم الاخلاق	۲
۱۰		سلام	۳
۱۱	ادارہ	باب الحدیث	۴
۱۲	جناب خواجہ خواجگان نواب عثمان دارونی شتی رحمۃ اللہ علیہ	ملفوظات	۵
۱۳	جناب خالد مسعود صاحب ایم۔ ایس۔ سی لاہور	دنیوی زندگی کی حقیقت	۶
۲۰	خواجہ محمد فاروق صاحب گورنمنٹ کالج لاہور	یار غار	۷
۲۴	جناب خالد مسعود صاحب ایم۔ ایس۔ سی لاہور	لطائف و نظائر	۸
۲۵	حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب (سیرت شریف)	خواہش	۹
۲۸	محترم حکیم محمد فاروق صاحب لاہور	صحابیات	۱۰

ادارہ میں سرخ نشان چند محکم ہونے کی علامت ہے آئندہ ماہ کار سالہ بذریعہ پی سی ارسال ہوگا جس کے زاید اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خطا را دی۔ پی ڈالیں کر کے ایک اسلامی ادارہ کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری منبر کا حوالہ ضرور دیں۔  
(غلام حسین منیجر سالہ)

سرخ نشان

# بِسْمِ أَخِيْلَ

## وکوائف کارکردگی حزب الانصار جامع مسجد بھیرہ

مگر تبلیغ دین ایک اہم دینی فریضہ ہے مگر اس اہم فریضہ کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔

اگر آپ کے دل میں یہی خیال ہے تو ضرورت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ تحریری و تقریری ہر قوم الناس تک پہنچائے جائیں۔

### هل منكم رجل بشيد

آپ کا رسالہ شمس الاسلام ہندوستان کے قدیم ترین رسائل میں سے ہے یہ رسالہ سالہ ۱۳۷۷ء سے پابندی کے ساتھ خدمت دین میں مصروف ہے اس وقت بھی شمس الاسلام کی ششماہیں سونی عربیہ فریقہ، انجلیٹڈ اور ایران میں ضیاء پاشی کو رہی ہیں مستقل خسارہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اس خسارہ کو مجلس یہی سمجھتی ہے کہ جن مقامات پر حزب الانصار کا مبلغ نہیں پہنچ سکتا وہاں شمس الاسلام فریضہ تبلیغ ادا کرے۔

حزب الانصار چند خدام دین اور غیر مبداکان کے اخلاص کا نتیجہ ہے۔ کہ جن کے پاس سرمایہ زر و جواہر کا نام تک بھی نہیں۔ البتہ اخلاص اور توکل علی اللہ کا سرمایہ موجود ہے جس کی وجہ سے آج مرکز میں پرائمری سکول والاظم عزیزیہ جس میں حفظ قرآن مجید، تفسیر حدیث فقہ وغیرہ تمام فنون کی تعلیم مفت دی جاتی ہے اور بیرونی طلباء کے قیام و طعام اور سبقت و طبق کا مفت انتظام مجلس کی طرف سے ہوتا ہے۔

حزب الانصار کی مستقل آمدن یا جائیداد نہیں۔ غرض ارباب خیر خصوصی کی توجہ سے دینی خدمات سرانجام دی جا رہی ہیں۔

عرض ملک! - اوذات زمانہ نے ردوروشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ جس قوم نے اپنی حالت اور مستقبل کو سنوارنے کی کوشش نہیں کی وہ صرف غلطی کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔ اور اس کی داستان بھی فزون سے محو ہو گئی۔

اِنَّ اللہَ لَا یَغۡیۡرُ مَا بَقِیَ مِنْ حَتّٰی یَغۡیۡرَ وَاِمَّا یَاۡقُضِہُم

خدا نے آیت تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہوس کو نو خصال اپنی حالت بدلنے کا۔

آج اگر طائرانہ نظریہ ڈالیں تو زندہ قومیں اقتصادوی، مذہبی معاشرتی میدان میں سرعت کے ساتھ منازل طے کر کے بام عروج پہنچ رہی ہیں اور ہر قوم دوسری قوم سے گویاے سبقت لینے میں برسہا برس بیکار نظر آتی ہے۔

### الا یا معشر المسلمین

کیا تجھے اپنی ترقی کا احساس نہیں۔ کیا تیری ذمہ داریاں ختم ہو چکی ہیں۔ کیا تجھے اس بات کا احساس نہیں کہ تیری قیام عزت و حُسن رسول اور عظمت اسلام تیرے دل میں برقرار

رہے۔

ان حالات میں ہر مسلمان پر مذہبی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ حضور پر نور رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تبلیغ دین کر کے خدا و رسول کی خوشنودی حاصل کریں۔

جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔ **جَلِّعُوا عَنۡی وَاُولَکَآنَ اٰیۡتٌ**۔ یعنی میرا ہر پیغام دو ٹوک تک پہنچاؤ۔ خواہ وہ پیغام ایک آیت کیوں نہ ہو۔

(بقیہ صفحہ ۱۹ دنیوی زندگی کی حقیقت)

بھی واقف تھا کہی جاسکتی ہے کہ اسلام کے پھیلنا اور فوج مندوں کا باعث  
تجنا یہ عقیدہ ہوا ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں ہوئی

## عقیدہ رہبانیت سے بے تعلقی

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ایمان بالآخرت یا دنیا کی زندگی  
کے بارے میں قرآن کریم کا نظریہ رہبانیت کے تمیل کی ان چیزیں  
سے نہیں جن سے قرآن کریم روکتا اور اسلامی تعلیمات منع کرتی  
ہیں اور جن کے اثرات عالم اسلامی میں بھی اسلامی تعلیمات کے کم  
ہونے، اسلام کے زمانہ عروج سے دوری اور عجیب نظریات اور اجمعی  
فلسفوں مثلاً مسیحیت، برہمنیت کے اثرات کی بنا پر ظاہر ہونے  
شروع ہو گئے ہیں۔ عقیدہ آخرت اگرچہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے  
مگر دنیا کو نہ تو نقصان پہنچاتا اور نہ اس کی قدر و قیمت سے انکار کرتا ہے  
یہ عقیدہ آخرت حق اور بھلائی کے رستے میں سرگرم کوشش اور بقا  
و خلا اور اللہ کی رضا مندی کے حصول کی خاطر فانی خواہشات پر غلبہ  
حاصل کرنے پر قائم ہے۔ مسلمان جب کبھی کمزور ہوتے ہیں اسی عقیدہ  
کے ضعف کی بنا پر ہوتے ہیں

آج ہماری مسلمان قوم کو، جو خواہشات و شہوات کے پیچھے  
پڑی ہوئی ہے، اشد ضرورت ہے کہ اس عقیدہ کی تجدید کرے لوگ  
اسی عقیدہ کو ترجیح دیں اور دوسرے نظریات سے صرف نظر کر کے  
اسی عقیدہ کی طرف رجوع کریں۔ بلاشبہ نہ تو مسلمانوں میں توازن پیدا  
ہو سکتا اور نہ ان کا ایمان کامل ہو سکتا ہے جب تک وہ دنیوی زندگی  
کو قرآنی نقطہ نظر سے نہ دیکھیں جس سے مادی نقطہ نظر خدا واسطے کا  
بیر ہے کیونکہ مادی فلسفہ کی نوعیت یہ ہے کہ وہ دنیوی زندگی کو بوجے  
شہوات و لذات کو مہم جو بنائے، زندگی میں آرام و آسائش کے حصول  
کی جدوجہد اور دنیا کے علاوہ ہر چیز کے انکار پر اکتا ہے۔

(باقی صفحہ پر)

ان حالات میں تاریک شمس الاسلام اور دیگر ہی خواہان  
دین محمدی سے اپیل ہے کہ اپنے جذباتیہ ایشار کو حرکت میں لائیں اور  
تبلیغ دین کے لئے داسے، دسے، اقدسے، اسخنے امداد فرما کر  
کشتی دین محمد کے ناعلا بنیں۔

شمس الاسلام کو اپنے پاؤں پر مضبوط کرنے کے لئے اس کے  
موجودہ کارکنان کو کم و بیش ہمارے ساتھ کر لیں۔  
مگر یہ راہ ان مساکین ائمہ مساجد کے نام رسالہ شمس الاسلام بطور  
صدقہ جاریہ جاری کر لیں جن کے پتہ جات دفتر میں موجود ہیں اور  
رسالہ جاری کرنے کی درخواستیں آئی ہوئی ہیں۔

## حکام العفو و عقیقہ

میں تعلیم باضابطہ شروع ہے اور موسمی طیر یا میں مبتلا ہونے  
والے طلباء گھروں سے واپس آگئے ہیں اور دن رات حفظ قرآن پاک  
کرنے والوں کی آواز سے مسجد کی چہار دیواری کو سختی رہتی ہے  
تعجیب جامع مسجد۔

گذشتہ سیلاب سے مسجد کے تالاب کی دیواریں اور بنیادوں  
کو جو نقصان ہوا ہے اس کی مرمت کے لئے جیمنٹ کی تلاش  
کی گئی مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ اب بحیرہ میں ایک گاڑی سیمنٹ کی آنے  
پر کچھ امید پیدا ہو گئی ہے اور سیمنٹ حاصل کرنے کے لئے  
ڈی۔ ایف۔ سی صاحب بہادر سرگودھا کو درخواست دی گئی  
ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ الحزب سیمنٹ مل جائے گا۔ اور مرمت  
کا کام کیا جائے گا۔

مزید برآں وضو کرنے والی جگہ بالکل بے کارا و نہ خراب ہو  
گئی ہے۔ اس کی از سر نو تعمیر کا نقشہ زیر تجویز ہے۔ اللہ تعالیٰ  
نے توفیق عطا فرمائی تو انشاء اللہ موسم سرما میں ضروری کام مکمل ہو جائے  
گا۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

از جناب کرم مولوی عبدالمجید صاحب۔

# تعلیم الاخلاق

لوگوں سے نرمی کے ساتھ بات کرنا چاہیے۔

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (آل عمران رکوع ۹)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور سیدھی (صحیح سچی) بات کہو (ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے کام بنادے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔)

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔ (التوبہ رکوع ۱۵)

مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

جھوٹ سے بچنے کا حکم

(۱) وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الثَوْرِ (الحج رکوع ۴)

اور جھوٹ بولنے سے بچتے رہو۔

(۲) لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصفت رکوع ۱)

کیوں کہہ بیٹھتے ہو جس کو کر کے نہیں دکھاتے۔

(۳) كِبْرُ مَقَاعِنِدِ اللَّهِ اِنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصفت رکوع ۱)

اللہ تعالیٰ کو یہ بہت ناپسند ہے کہ منہ سے کہو اور کرتے نہیں

وعد اور اقرار پورا کرو۔

وَاقْوُوا بِعَهْدِ اِنِ الْعَهْدُ كَانَ مَسْئُوكًا (نبی اسرائیل رکوع ۴)

اور اقرار (اپنا) پورا کرو۔ بیشک (قیامت کے دن)

(۱) وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ (البقرہ رکوع ۹)

اور لوگوں سے نرمی کے ساتھ بات کرو۔

(۲) وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا (النساء رکوع ۱)

اور اچھی طرح (نرمی سے) اُن سے بات کرو۔

(۳) فَكُنْ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا (نبی اسرائیل رکوع ۳)

ان سے نرمی سے بات کرو۔

(۴) وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ اَحْسَنُ (نبی اسرائیل رکوع ۴)

میرے بندوں سے کہہ دے وہ بات منہ سے نکالیں۔ جو کہ اچھی ہے۔

سیح بولنے کی فضیلت۔

(۱) قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (المائدہ رکوع ۱۴)

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یہی تو وہ دن ہے جب سچوں کو

اُن کی سچائی کام آئے گی اُن کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے تہرس

پڑی بہہ رہی ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ

ان سے خوش وہ اللہ تعالیٰ سے خوش۔

یہی بُری مراد پانا ہے۔

اتر کر کی پیش ہوگی۔

### غیبت نہ کرو۔

(۱) لَا يَغْتَبُّ بَعْضُكُم بَعْضًا (المحرات رکوع ۲)

کوئی تم میں سے دوسرے کی غیبت نہ کرے۔

(۲) وَقِيلَ لِكُلِّ هَمَزَةٍ مَتْرَجَةٍ (الہمزہ رکوع ۱)

ہر طعنہ مارنے والے غیبت کرنے والے کی خرابی ہوگی۔

### کسی پر طعنہ نہ مارو۔

وَلَا تَذَرُوا أَنْفُسَكُمْ (المحرات رکوع ۲)

اور ایک دوسرے پر طعنہ نہ مارو۔

### کسی کے عیب کو فاش نہ کرو

لَا يَجِبُ لِلَّهِ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ

(النساء رکوع ۲۰)

اللہ کو خوش نہیں آتا بری بات کا پکارنا۔

### جب بات کہو تو انصاف کی کہو۔

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ

(الانعام رکوع ۱۸)

اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو۔ گوناٹے والے کا

مقدمہ ہو۔

### آہستہ بات کیا کرو۔

وَاعْصِصْ مِنْ صَوْتِكَ (الزمر رکوع ۲)

اور اپنی آواز آہستہ رکھ۔ (آہستہ بات کر نہ کہ

چپ کر)

کسی کو بے نام جس سے وہ چڑھتا ہو نہیں پکارنا چاہئے

وَلَا تَنَابَزُوا بِالْألقَابِ۔ (المحرات رکوع ۲)

اور کسی کو بے نام سے (جس سے وہ چڑھتا ہو) نہ پکارو۔

### بھید کا کھوج کرنا منع ہے

وَلَا تَجَسَّسُوا (المحرات رکوع ۲)

اور کھوج نہ کیا کرو (لٹو نہ لگایا کرو کسی کا بھید مت ٹٹولو)

### اپنی تعریف نہ کیا کرو۔

لَا تَرْفَعُوا أَنْفُسَكُمْ (الجم رکوع ۲)

اپنی پاکیزگی نہ جتاؤ اپنی تعریف مت کرو۔ اپنے کو دوسروں سے اچھا مت سمجھو۔

### یتیم پر ظلم نہ کرنا چاہئے

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ (النعم)

تو یتیم کو مت دبا (اس پر ظلم نہ کر)۔

### مانگنے والے کو جھڑکنا نہ چاہئے

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (النعم)

اور مانگنے والے زقیہ کو مت جھڑک۔

### لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر کیا کرو

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ (النعم)

اور (لوگوں سے) اپنے مالک کا احسان بیان کرتا رہ۔

اگر دو مسلمان بھائی لڑیں تو ان میں ملاپ کر دینا چاہئے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ

(المحجرات رکوع ۱)

مسلمان تو (اپس میں) بھائی بھائی میں تو اپنے دونوں بھائیوں میں (جو جھگڑا کریں) ملاپ کراؤ۔

(۷) كَاَصْحَابِهَا بِالْعَدْلِ (المحجرات رکوع ۱)  
تو ان دونوں (گروہوں) میں عدل کے ساتھ ملاپ کراؤ۔

مسلمان کے سلام کا جواب دینا فرض ہے

وَإِذَا حُتِّمَتْ صَلَاتُكُمْ فَصَلُّوا بِأَحْسَنِ مِنْهَا  
أَوْ دُونَهَا (النساء رکوع ۱۱)

اور جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم (اس کے جواب میں) اس سے اچھا سلام کہو (یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہو یا اس سے بھی اچھا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ دہر کاتہ کہو) یا اتنا ہی یعنی صرف وعلیکم السلام ہی کہہ دو۔

سچ کو جھوٹ کے ساتھ گڈ مڈ نہ کرو۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (البقرہ رکوع ۵)  
اور سچ کو جھوٹ کے ساتھ گڈ مڈ نہ کرو۔

جان بوجھ کر حق بات کو نہ چھپانا چاہیے

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ  
تَعْلَمُونَهُ (البقرہ رکوع ۵)

اور سچ کو جھوٹ کے ساتھ گڈ مڈ نہ کرو اور جان بوجھ کر حق بات کو نہ چھپاؤ۔

اچھی بات کا حکم کرو اور بُری بات سے منع کرو

(۱۱) أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْعُرْوَةِ وَانْهَ عَنِ  
طُغْيَانِكُمْ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَا لِدِكِّ مِّنْ

عَنْ مِرَالِمْوَر (لعن رکوع ۲)

نماز کو درستی سے ادا کرتا رہ اور اچھی بات کا حکم کرتا رہ۔ اور بُری بات سے منع کرتا رہ اور جو آفت تجھ پر آن پڑے اُس پر صبر کر، یہ بُرے ضروری کام ہیں

(۱۲) اخذ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجاهلین  
(الاعراف رکوع ۴۴)

(اے پیغمبر) درگزر اپنا طری کر لے اور اچھی بات کا حکم کر اور جاہلوں سے الگ ہو جا۔

جیسا دوسروں کو نیکی کرنے اور بُری بات سے بچنے

کیلئے روکتے ہو ویسا ہی خود بھی کرو۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ  
(البقرہ رکوع ۵)

تم لوگوں کو تو کہتے ہو نیکی کرو اور اپنی خبر ہی نہیں لیتے۔

ماں باپ کو ہوں (اُف) تک نہ کہو۔

فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ (بنی اسرائیل رکوع ۳)

ان سے (یعنی ماں باپ سے گھڑکی کے طور پر) ہوں تک نہ کرو۔

ماں باپ کو جھڑکنا نہ چاہیے۔

وَلَا تَنْهَضَنَّ هُمَا (بنی اسرائیل رکوع ۳)

اور ان دونوں (ماں باپ) کو نہ جھڑکنا۔

ماں باپ سے ادب کے ساتھ بات کیا کرو

وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا (بنی اسرائیل رکوع ۳)

اور ان دونوں (مانباپ) سے بات نرمی (ادب) سے کرو۔

## جھگڑا آپس میں کرنے کی بُرائی۔

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ۔  
(الانفال رکوع ۶)

اور آپس میں (ماتمی) اختلاف کے لئے (جھگڑنا نہ کرو) اگر کرو گے (تو) بوجھ سے بن جاؤ گے اور تمہاری ہوا جاتی رہے گی

بندہ پر لازم ہے کہ اپنے پڑ پڑ کا ر کا شکر گزار رہے

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ تَكْمُرُ (ابراہیم رکوع ۱)  
اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ (نعمتیں) دوں گا۔  
(۲) وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ (لقمان رکوع ۱)  
اور جو شکر کرے گا وہ اپنے ہی بھلے کے لئے شکر کرے گا

## کام مشورہ سے کیا کرو۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران رکوع ۱۷)  
اور معاملہ میں ان سے مشورہ لے۔

## دوسروں پر نہ مہنسو۔

لَا تَسْخَرُوا قَوْمًا مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ (الحجرات رکوع ۱۲)

مرد دوسرے مردوں پر نہ مہنیں شاید وہ ان سے بہتر ہوں۔

## بہت گمان کرنے سے بچو۔

اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنْ ظُنِّي إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ۔ (الحجرات رکوع ۲)

بہت گمان کرنے سے بچے رہو۔ کیونکہ بعض گمان گناہ

ہوتا ہے۔

## احسان کرنے کا حکم

وَإِحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (البقرہ رکوع ۲۴)

اور احسان کرو، اللہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے  
(۲) إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ۔  
(النحل رکوع ۱۳)

اللہ انصاف اور احسان کرنے کا حکم کرتا ہے۔

## ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا۔  
(الاحقاف رکوع ۲)

اور ہم نے آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَقَضَىٰ رَبِّيَ أَلَّا تَعْبُدَ إِلَّا إِلَٰهًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (جن اسرائیل رکوع ۳)

اور میرے مالک نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے (یعنی اللہ کے) سوا کسی کو نہ پوجو۔ اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔

(۳) وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا۔  
(العنکبوت رکوع ۱)

اور ہم نے آدمی کو یہ حکم دیا ہے کہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔

(۴) وَاعْبُدْ وَاللَّهُ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔  
(النساء رکوع ۵)

اور اللہ تعالیٰ کو پوجو اس کا شریک کسی کو نہ بناؤ۔ اور ماں باپ سے نیکی کرو۔



يَا لَوْلَا دَيْنِي احْسَانًا قَدْ بَدَى الْقُرْبَى  
وَلَا لَيْتَنِي - (النساء رکوع ۵)

اور اللہ تعالیٰ کو پوجو۔ اور کسی کو اُس کا شریک نہ بناؤ  
اور ماں باپ سے نیکی کرو۔ اور ناطے والوں اور یتیموں سے

**تحتاج کے ساتھ نیکی کرنے کی ہدایت**

وَاَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا قَدْ  
يَا لَوْلَا دَيْنِي احْسَانًا قَدْ بَدَى الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى  
وَالْمَسَاكِينَ - (النساء رکوع ۵)

اور اللہ تعالیٰ کو پوجو اور کسی کو اُس کا ساتھی  
نہ بناؤ۔ اور ماں باپ اور ناطے والوں اور یتیموں اور  
محتاجوں سے نیکی کرو۔

(بقیہ صک دنیوی زندگی کی حقیقت)

سورہ کہف نے اسی طرز فکر اسی فلسفہ اور اس کے پیش کرنے  
والوں کا رد کیا ہے اور دنیوی زندگی کی بالکل صحیح اصل تصویر  
پیش کی ہے چاہے بیشتر لوگ اسے پسند نہ کریں۔

جناب مولوی محمد عظیم صاحب مبلغ حزب الاسلام بھیرہ  
کے والد ماجد کی

## وفات حسرت آیات

پریم جملہ کارکنان حزب الانصار نہایت رنج و غم کا اظہار  
کرتے ہیں اور بدرگاہ رب العباد مستدعی ہیں کہ اللہ تعالیٰ  
مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو منبر جمعی عطا فرمائے

**نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ کرو**

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ -

(الرحمن رکوع ۳)

نہیں بدلہ ہے نیکی کا مگر نیکی یعنی نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔

**اچھا بدلہ ملنے کی نیت سے احسان مت کرو**

وَلَا تَكْنُ تَتَكْتَنِرُ - (الکثر رکوع ۱)

اور اس نیت سے احسان نہ کرو کہ اس سے اچھا بدلہ ملے

**قربیت اور رشتہ داروں سے اچھا**

**سلوک کرنا چاہیے۔**

وَاَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا قَدْ  
يَا لَوْلَا دَيْنِي احْسَانًا قَدْ بَدَى الْقُرْبَى -

(النساء رکوع ۵)

اور اللہ تعالیٰ کو پوجو اور کسی کو اُس کا شریک نہ بناؤ  
اور ماں باپ اور ناطے والوں سے نیکی کرو۔

اِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ  
وَأِيتَاءِ عِزِّ الْقُرْبَى - (النحل رکوع ۳)

اللہ تعالیٰ انصاف اور احسان کرنے اور ناطے

والوں کو دینے کا حکم کرتا ہے۔

رسم، وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ -

(بنی اسرائیل رکوع ۳)

اور ناطے والے کا حق ادا کرو۔

**یتیم کے ساتھ نیک سلوک کرو۔**

وَاَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا قَدْ

## سلام

بر باریگا ورت آب صلی اللہ علیہ وسلم۔

السلام اے سید عالم امام الانبیاء  
 اسلام اے شاہد عالم شہرہ و سہرا  
 السلام اے رحمت عالم شافع المذنبین  
 السلام اے سید سرور امام المتقین !  
 السلام اے ناملے کشتی اسلام را  
 السلام اے شاہد ایمان مار و زجر بنا  
 السلام اے رحمت حق بر زمین و آسمان  
 السلام اے تمام پیغمبران و مرسلان  
 السلام اے باعث تخلیق جملہ کائنات  
 السلام اے صاحب حسن و جمال جن صفات  
 السلام اے صاحب لولا کہ رحمت عالمین  
 السلام اے واقف اسرار رب العالمین  
 از من مسکین صبا برسان حضور مصطفیٰ  
 صد سلام و صد سلاوۃ بارہا صبح و سا

(پیش کردہ الحاج علی بخش صاحب)

# باب الحدیث

(از شمال ترمذی)

## مثل چاشت

تھے۔ میں نے ایک مرتبہ کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ چار رکعتیں زوال آفتاب کے وقت ہمیشہ پڑھا کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔ زوال آفتاب کے وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں پھر نہیں بند کئے جاتے یہاں تک کہ نماز ظہر پڑھ لی جاتے پس میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میرے لئے کوئی سفید چیز اوپر چڑھے۔ میں نے پوچھا کہ ان سب میں قرأت ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے پوچھا کہ کیا ان کے درمیان سلام فاصل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔

(۷) ایک دوسری سند سے بھی ابویوسف یہی مضمون مروی ہے (۸) عبد اللہ بن سائب سے روایت ہے۔

کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعتیں بعد زوال آفتاب کے قبل ظہر کے پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ وقت ایسا ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھلتے ہیں ہند میں جاتا ہوں کہ میرا کوئی عمل نیک اس وقت میں اوپر چڑھے۔

(۹) عاصم بن ضمرہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قبل ظہر کے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان چار رکعتوں کو بوقت زوال پڑھتے تھے اور ان میں طول دیتے تھے۔

(۱۰) مفاد کہتی ہیں۔ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا ہاں چار رکعت پڑھتے تھے جس قدر اللہ چاہتا تھا زیادہ بھی کرتے تھے (۱۱) حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چھ رکعت پڑھتے تھے۔

(۱۲) عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ مجھے کسی نے نہیں بیان کیا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز چاشت پڑھتے دیکھا۔

ام ہانی کے المبتدئ انہوں نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے گھر تشریف لے گئے اور آپ نے غسل کیا۔ پھر آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ اس سے زیادہ لمبی نماز پڑھتے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ صرف یہ کہ رکوع و سجود آپ پورے کرتے تھے۔

(۱۳) عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت پڑھتے تھے؟

انہوں نے کہا نہیں۔ مگر سفر سے تشریف لاتے تھے۔

(۱۴) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نماز چاشت کا اس قدر التزام کر لیتے تھے کہ ہم لوگ کہتے تھے کہ اب کبھی نہیں چھوڑیں گے پھر ایسا چھوڑ دیتے تھے۔ کہ ہم کہتے تھے۔ اب کبھی نہ پڑھیں گے۔

(۱۵) حضرت ایوب الانصاریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زوال آفتاب کے وقت چار رکعتیں ہمیشہ پڑھتے



# ملفوظات

حضرت خواجہ خواجہ عظیم شاہ اویسی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

سلام کہتے کہ بارے میں گفتگو شروع ہوتی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث میں ہے کہ جب مجلس سے اُٹھے تو سلام کہیے۔ کیونکہ سلام کہنا گناہوں کا کفارہ ہے اور فرشتے اُس کے لئے بخشش کے خواستگار ہوتے ہیں جو شخص مجلس سے اُٹھے وقت سلام کہتا ہے۔ تو خداوند تعالیٰ کی رحمت اُس پر نازل ہوتی ہے۔ اور اس کی نیکیاں اور زندگی زیادہ ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ ابوسعید سنہی کی زبانی سنا ہے کہ جب کوئی شخص مجلس سے اُٹھتا ہے اور سلام کہتا ہے اُسے ہزار نیکیاں ملتی ہیں اور اُس کی ہزار حاجتیں روا ہوتی ہیں اور گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا کہ ماں کے شکم سے نکلا ہے اور ایک سال کے گناہ نچختے ہیں اور ایک سال کی عبادت اُس کے اعمال نلے میں درج کرتے ہیں اور سوچ اور عسرہ اس کے نام لکھتے ہیں۔ اور رحمت کے سونہال اُس بندے کے سر پر قربان کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہر چند میں نے چاہا کہ کوئی ایسا موقع ملے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجلس میں تشریف لانے کے وقت یا تشریف لے جانے کے وقت میں سلام کہوں لیکن نہ ملا۔ جب کبھی میں پہلے سلام کرنا چاہتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سلام کہتے۔ کہ سلام کرنا نبیوں کی سنت ہے۔

تاہم پیغمبر جو گندے ہیں سب سے پہلے سلام کہا کرتے تھے۔

# دنوی زندگی کی حقیقت

## اسلام کی سنگاٹھائیں

محترم خالد مسعود صاحب ایم ایس سی لاہور۔

{ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے ماہنامہ "المسلمون" دمشق میں دو مقالات فی سورہ الکہف کے عنوان سے بعض نہایت مفید مضامین لکھے ہیں انہوں نے سورہ کہف کی آیت ۴۵ کے ذریعہ میں جو مضمون رقم کیا ہے اُس کا ترجمہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے دنیا کی زندگی کو ایک ایسی کھیتی سے تشبیہ دی ہے جو چورا چورا ہوتے بغیر رہ نہیں سکتی۔ فرمایا۔  
واضرب لهم مثل الحیاۃ الدنیا کماء انزلنا من اسماء فاختلط بد نبات الارض فاصبح هشیا تذر وہ الریاح وکان اللہ علی کل شیء مقتدر ۵ (کہف ۴۵)

صرف یہیں نہیں بلکہ متعدد مقامات پر قرآن نے اس فقرہ کو فانی زندگی کی یہ تصویر پیش ہے سورہ یونس میں ہے۔  
انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلنا من السماء فاختلط بد نبات الارض مما یاكل الناس والا نعام حتی اذا اخذت الارض زحرفها واول زینت ووطن اهلها انهم قادرون علیہا اتاھا امرنا لیللا ونبھا را فجعناھا حصیدا کان لہم تغن بالامس کذا یدک بفضل الایات لقوم یتفکرون ۵

دنیا کی زندگی کی مثال تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین کی روئیدگی، جسے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں اس کے ساتھ مل گئی یہاں تک کہ جب سہرے سے زمین آرام سے پیراستہ اور خوشنما ہو گئی اور اس کے مالکوں نے سمجھا کہ اب وہ ان کے ہاتھ میں ہے، ہمارا حکم دات یا دن میں آگیا اور کھیتی کو اس طرح کاٹ ڈالا جیسے وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ ہم غور و فکر کرنے والوں کے لئے اپنی آیات اس طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

قرآن نے یہ فیصلہ اس زندگی کی دی ہے جس کے بقا پر مادہ پرستوں کا ایمان ہے اور انا دیت پرست اور لذت پرست فلسفی جس کو معبود بناتے ہوئے ہیں قرآن اس زندگی کے پیمانوں کو جس پر کم نظر اور اسباب و مظاہر کے غلام لوگ اعتماد کر لیتے ہیں اس کی بڑائی کا اعتراف کر لیتے ہیں اور اس سے بڑی امیدیں باندھتے ہیں بے وقعت قرار دینا اور ایمانی پیمانوں کو ان پر فضیلت دیتا ہے۔ فرمایا۔

المال والنبنون زینۃ الحیوة الدنیا والباقیات  
المصالحات خیر عند ربک ثوابا وخیر املاہ

مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے ہاں ثواب کے لحاظ سے اچھی اور امید کے لحاظ سے بہتر ہیں۔ (کہف ۳۱)

ہم یہاں دوا رک کر یہ سوال کرتے ہیں کہ دنیا کی زندگی کو قرآن میں نظر سے دیکھتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس بارے میں ہمارے لئے صحیح طریقہ یہی رہے گا کہ ہم اس موضوع پر قرآن ہی کو پیش کریں اور اسی کو گھنٹیں کیونکہ دنیا کی زندگی اور اس کی قدر و منزلت کے متعلق خود مسلمان ہی کے نظریات اور مناظروں کے اقوال اور ان کے جوابات باہم دگر بہت مختلف ہیں۔

قرآن کریم پوری قوت اور وضاحت کے ساتھ آخرت کے بالمقابل دنیا کی زندگی کے انحصار اور اس کی کم حیثیتی اور بے مائی کو صاف صاف نمایاں کرتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے

فما متاع الحیوة الدنیا فی الاخرة الا قلیل (نہم)  
وما ہذا الحیوة الدنیا الا لہو ولعب وان الذار  
الآخرة لہی المصیوان۔ لو کانوا یعلمون (عنکب ۳۶)  
اعلموا انما الحیوة الدنیا لعب ولہو وزینۃ  
وتفاخر بینکم وتکاثرفی الاموال والاولاد کثر  
غیث العجب لکفار بناتہ ثم یھیجہ فتراۃ مصفرا  
ثم یکون حطاما و فی الآخرة عذاب شدید و  
مغفرة من اللہ ورضوان۔ وما الحیوة الدنیا  
فی الاخرة الا غرور ۵ (سید ۲۰)

دنیا کی زندگی کا فائدہ آخرت کے بالمقابل بہت ہی کم ہے۔  
یہ دنیا کی زندگی تو محض ایک کھیل تماشا ہے اصل زندگی تو آخرت کے گھر کی زندگی ہے کاش وہ جانتے۔  
جان لو کہ دنیا کی زندگی۔ جو کھیل کود، تماشا، ذریعہ زینت آپس میں فخر کے اظہار اور مال و اولاد کی کثرت کی خواہش پر مشتمل ہے، کی مثال ایسی ہے جیسے بارش جس سے کسانوں کو اپنی فصل بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پراتی ہے اور پک کر زور ہو جاتی ہے (لمکین) پھر کھوکھلا ہو کر رہ جاتی ہے آخرت میں کافروں کے لئے سخت عذاب ہے اور مومنین کے لئے اللہ کی مغفرت اور رضا مندی اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔

اسی وضاحت اور قوت کے ساتھ قرآن دنیا کی زندگی کو آخرت کو لے جانے والا پل اور عمل کی فرصت قرار دیتا ہے چنانچہ فرمایا

اناجعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لنبلوہم  
ایہم احسن عملا ۵ (کہف ۷۰)

الذی خلق الموت والحیوة لیبلوکم ایکم احسن  
عملا و هو العزیز العفور ۵ (مک ۲)

جو کچھ زمین پر ہے ہم نے اسے زمین کی زینت بنایا تاکہ ان کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے کام کرنے والا ہے  
اور بابرکت ہے وہ ذات جس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اور وہی زبردست اور بخشنے والا ہے۔

قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ آخرت ہی بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے چنانچہ فرمایا:۔

وما الحیوة الدنیا الا لعب ولہو و نللا والاخرة  
خیر للذین یتقون ا فلا تعقلون ۝ (انعام ۳۲)

وما اوتیتکم من شیء فمتاع الحیوة الدنیا و زینتھا  
وما عند اللہ خیر و البقی ا فلا تعقلون ۝ (قصص)

یہی نہیں بلکہ قرآن اُس شخص کی مذمت کرتا ہے جو خطرات سے خالی، گندگی سے پاک صاف، طویل اور ہمیشہ رہنے والی  
آخرت کی زندگی پر دنیا کی ناقص، پر اضطرابانی زندگی کو مقدم رکھے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

ان الذین لا یرجون لقاءنا و رضوا بالحویة  
الدنیا و اطما انوابھا و الذین ہم عن آیاتنا  
غفلون۔ اولئک ما و اھم النار با کالوا  
یکسبون ۝ (یونس ۸۷)

من کان یرید الحیوة الدنیا و زینتھا لوف  
الیھم اعمالھم فیھا و ہم فیھا لا ینجسون ۝  
اولئک الذین لیس لھم فی الاخرة الا النار  
و حبط ما صنعوا فیھا و باطل ما کالوا  
یعملون ۝ (ہود ۱۶)

وویل للکافرین من عذاب شلیل الذین  
لستحبون الحیوة الدنیا علی الاخرة و یصلون  
عن سبیل اللہ و یبغونها عوجا۔ اولئک فی  
ضلال بعید ۝ (ابراہیم ۳)

یعلمون ظاہرا من الحیاة الدنیا و ہم عن الا  
خرة هم غافلون ۝ (روم ۷)

فاعرض عن من توخا عن ذکرنا و لم یرد الا الحیوة  
الدنیاہ ذالک مبلغھم من العلم ان  
ربک ہوا علم بمن ضل عن سبیلہ و  
ہوا علم بمن اهتدی ۝ (نجم ۳۰)

دنیا کی زندگی کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں اور آخرت کا گھر بہتر ہے  
تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔

جو چیز تمہیں دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی  
زینت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر بھی ہے اور باقی  
رہنے والا بھی۔ کیا تم نہیں سمجھتے؟

جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی  
کو پسند کرتے ہیں اور اسی پر مطمئن ہیں اور وہ جو ہماری آیات سے  
غافل ہیں۔ ان کا ٹھکانہ بوجہ اپنے اعمال کے دوزخ  
ہوگا۔

جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا خواہاں ہو۔ ہم اس کے  
اعمال کا بدلہ دیتا ہی میں دیتے ہیں اور اس میں اسے نقصان  
میں نہیں رکھا جاتا ایسے ہی لوگوں کے لئے آخرت میں آگ کے  
سوا کچھ نہیں ہوگا۔ دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا اکارت  
جائے گا اور ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

اور کافروں کے لئے سخت عذاب کی تہرہابی ہے۔ (یہ وہ لوگ ہیں)  
جو دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ چاہتے ہیں اور اللہ کے  
رستے سے روکتے اور اس میں کجی چاہتے ہیں یہ لوگ حد درجہ  
کی گمراہی میں ہیں۔

جانتے ہیں دنیا کی ظاہری زندگی اور آخرت سے یہی لوگ  
غافل ہیں۔

جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرے اور دنیا کی زندگی کے سوا اور کچھ  
نہ چاہے اس سے تم مت پھیر لو۔ ان کے علم کی ہی انتہا ہے تیرا  
رب ابھی طرح جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے گمراہ ہوا اور  
دہی جانتا ہے کہ کون راہ یاب ہوا۔

ان هولاء یحبون العاجلہ و یلذون و لا وہم یومٌ - یہ لوگ عاجلہ (دنیا) کو محبوب رکھتے ہیں اور اپنے پیچھے سخت دن (آئندہ) کو بھڑکتے دیتے ہیں۔ (دہرہ ۲۷)

فاما من طغی و اکثر الحیوۃ الدنیا فان المحیم - میں جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم رکھا۔ اور اس کا ٹھکانا ہی الماویٰ ۵ (نارعات ۳۷، ۳۹) دوزخ ہے۔

اس کے برعکس ترکانِ اٹھنٹھ کی تعریف کرتا ہے جو دنیا و آخرت کو جمع کرے لیکن دنیا کی سبائے آخرت کو ترجیح دیتا ہو اور آخرت کی قدر و قیمت اور فضیلت سے واقف ہو کر اسی کی خواہش رکھتا ہو چنانچہ فرمایا:-

فمن الناس من یقول ربنا آتانی الدنیا حسنة و بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بہتری مالا فی الاخرۃ من خلاق و ومنہم من یقول دے۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ لوگوں میں بعض ربنا آتانی الدنیا حسنة و فی الاخرۃ حسنة ایسے بھی ہیں جو یہ دعا کرتے ہیں "اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا" و قنا عذاب النار (بقمرہ ۲۰۰، ۲۰۱)

خدا کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے قرآن یہ کہتا ہے خدا کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدح میں قرآن یہ کہتا ہے:- و اکتب لنا فی ہذا الدنیا حسنة و فی الاخرۃ انا ہم تیری ہی طرف رجوع ہو چکے ہیں۔ (اعراف ۱۵۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح میں قرآن یہ کہتا ہے:- و اتینا فی الدنیا حسنة و انزلنا فی الاخرۃ لمن الصالحین ۵ (نحل ۱۲۶)

یہی نقطہ نظر ہے جس پر آسمانی دین اور نبی کا مکتب فکر (اگر یہ تعبیر صحیح ہے) مادی فلسفہ اور مادی طرز فکر سے ٹکرا جاتے ہیں۔ کیونکہ مادی طرز فکر کے مطابق یہی دنیا بھی کچھ ہے یہی اصل مقصود ہے۔ یہ طرز فکر دنیا کی تجلید و تقدیس میں زمین آسمان کے تقابلے ملا دیتا ہے۔ اور آدمی کو اسی دنیا کی زیب و زینت اور آرام و آسائش کا حریص بناتا ہے۔

اس بارے میں قرآن کا نقطہ نظر نبی صلعم کے کلام میں بھی بالکل واضح طور پر موجود ہے آنحضرتؐ اکثر فرمایا کرتے تھے:- اللہم لا عیش الا عیش الاخرۃ۔ (بخاری کتاب التہجد) اے اللہ! آخرت کی زندگی کے علاوہ کوئی زندگی درکار نہیں۔ آپ کی دعا یہ ہوا کرتی تھی:-

اللہم اجعل رزق آل محمد قویۃ۔ (مسلم کتاب الزہد) اے اللہ! آل محمد کو اتنا ہی رزق دے جس سے زندگی قائم رہے۔ حضرت مسطور دین شہداد سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "خدا کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال ایسی سی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے، پھر اُسے دیکھے کہ کیا کچھ لے کر لوٹی ہے؟" (مسلم) آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ پاک اسی عقیدہ اور اسی نقطہ نظر کا مظہر تھی۔ چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خالی چٹائی پر سو گئے تو چٹائی کے نشانات آپ کے جسم مبارک پر پڑ گئے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر آپ حکم دیتے تو ہم کوئی چیز اوپر



بچا دیتے۔ آپ نے فرمایا: مجھے زیب نہیں دیتا کہ دنیا کے پیچھے پڑوں۔ دنیا میں میری حیثیت ایسی ہے جیسے ایک سوار کسی دشت کے سلتے میں ڈراسی دیوٹھر کر آرام کرتا ہے، پھر اُسے چھوڑتا ہے۔“ (امد ترمذی ابن ماجہ)

حضرت عمر بن خطاب حدیثِ ایلامیں یوں ذکر کرتے ہیں :-

”میں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ اُس وقت خالی چٹائی پر بیٹے ہوئے تھے آپ کے اوپر چٹائی کے درمیان کوئی چیز نہ تھی اور آپ کے پہلو میں بان کے نشانات پڑ گئے تھے آپ چمڑے کے ایک تیکے سے ٹیک لگاتے ہوئے تھے جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا .... میں نے کمرے میں نگاہ دوڑائی۔ تو خدا کی قسم تین کھالوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! خدا سے دعا فرمائیے کہ وہ آپ کی اُمت پر رزقِ کثافہ کرے۔ کیونکہ خدس و روم دالے اگرچہ خدا کی عبادت نہیں کرتے پھر بھی اُن کی زندگی بہت آسودہ ہے یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے اور فرمایا: ”ابن خطاب! کیا تم یہ دالتے رکھتے ہو؟ وہ تو میں تو ایسی ہیں کہ دنیا کی زندگی میں اُنہیں تمام آسائش دے دی گئی ہے۔“ (بخاری کتابِ نکاح)

**درس گاہِ نبوی کے طالب علم اور اُن کی سیرت** | درس گاہِ نبوی سے جو شخص بھی تربیت حاصل کر کے نکلا ہے یا نبی اقدسؐ کے تلامذہ کا شاگرد ہوا ہے اُسے آپ اسی رنگ میں رنگا ہوتا ہے کہ فکرِ آخرت اُس پر غالب ہوگی اور اُس کے جسم میں روح اور غوٹ کی طرح گردش کرے گی یہ فکر اُن پاکیزہ متینوں کے روئیں میں جو بوجھ و گداز نہ آخرت کو بھولنے نہ اس کا انکار کرتے اور نہ اس پر کسی دوسری چیز کو ترجیح دیتے تھے اگر آپ درس گاہِ نبوی کے شاگردوں میں اس طرح کا مشاہدہ کرنا چاہیں تو صرف حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی صفات کا مطالعہ کافی ہوگا یہ مطالعہ خارج کرے گا کہ اس درس گاہ کے طالب علموں کی زندگیوں کس نہج پر گزرتی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے ان لوگوں کا طرزِ فکر کیا بن گیا تھا۔

ابوصالح سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ بن ابوسفیانؓ نے ایک مرتبہ ضرّ بن مضر سے فرمایا: مجھ سے حضرت علیؓ کے اوصاف بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا: ”آپ مجھے معاف ہی رکھیے“ حضرت معاویہؓ نے دوبارہ کہا۔ انہیں آپ ضرور بیان کریں“ وہ کہنے لگے کیا آپ مجھے معاف نہیں رکھیں گے؟ حضرت معاویہؓ نے کہا۔ نہیں۔ میں نہیں چھوڑوں گا۔“ اس پر حضرت ضرّ نے بیان کیا۔ ”خدا کی قسم حضرت علیؓ بہت بلند نظر اور مضبوط آدمی تھے بات صاف صاف کہتے تھے اور عدل و انصاف سے فیصلہ کرتے تھے، آپ کے پہلوؤں سے علم چھوٹتا تھا، بات ہر پہلو سے سمجھا نہ کرتے تھے دنیا اور اس کی چمک دمک سے آپ کو نفرت تھی گمراہی اور اس کے اندھیرے سے آپ کے انس تھا۔ خدا کی قسم آپ خدا کے خوف سے بہت روتے تھے اور بہت سوچ بچار کرنے والے تھے آپ اپنی بھیلی کو لٹتے اور نفس کو کھنکھاتے کہتے تھے آپ کو لباس وہ پسند تھا جو ٹاٹا، کھانا نہ پسند تھا جو سادہ ہو۔ اللہ کی قسم وہ ہمارے ہی طرح تھے جب ہم آپ کو بلاتے، آپ ہمارے پاس بھانجتے جب ہم ان سے سوال کرتے وہ ہمیں جواب دیتے، جب ہم آپ کے پاس آتے وہ ہماری طرف بٹھتے، ہمارا حال یہ تھا کہ ہم اس قرب کے بادجو، خدا کی قسم ان کی عظمت و جلال کی وجہ سے نہ بات کر سکتے تھے اور نہ ان کی طرف بڑھ سکتے تھے آپ جب تبسم فرماتے۔ تو آپ کے دانت ایسے معلوم ہوتے جیسے ایک لڑی میں پرستے ہوئے موتی ہوں دینداروں کی آپ عزت کرتے تھے اور مساکین سے آپ کو محبت تھی نہ ہی کوئی با اثر آدمی آپ سے کسی باطل میں اللہ کی امید رکھتا تھا اور نہ ہی کوئی بے اثر آدمی آپ کے عدل سے مایوس ہوتا تھا۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ کو عبادت میں مصروف دیکھا اُس وقت رات نے پردے ڈال دیئے تھے اور ستارے غروب ہو رہے تھے۔

آپ اپنی جلتے نمازیں دائی پچڑے کھڑے تھے حالت یہ تھی کہ اس طرح پہلو بدلتے تھے جیسے کسی پتھو نے ڈنگ مار دیا ہو۔ اس قدر درہے تھے جیسے کوئی بہت ہی غزوہ آدمی روتا ہے۔ میں ابھی تک گویا انہیں یہ کہتے سُن رہا ہوں۔ ”اے دنیا! کیا تو میرے پیچھے پر لگی ہے یا تجھے غم سے محبت ہو گئی ہے۔ دفع ہو جا کسی دوسرے کو جا کر دھوکا دے، میں نے تجھے تین علانیں دیں اب میں طرف رجعت نہیں کروں گا، تیری عمر مختصر ہے، تیری زندگی فقیر ہے لیکن تیرے ساتھ بہت بڑا خطرہ وابستہ ہے، ہائے افسوس! نادراہ کم، سفر لمبا، اور رستہ دشمنانک ہے۔“ (صفت الصفوہ ابن جوزی)

ایک دوسری مثال دیکھتے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایسے صحابی کا خطبہ ہے جنہیں حکومت اسلامیہ کے ایک بڑے دارالخلافت کا امیر مقرر کیا گیا تھا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بتاتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن غزوہ نے ایک مرتبہ ہمیں خطبہ دیا اُس وقت آپ بصرہ کے امیر تھے آپ نے پہلے اللہ کی تعریف کی اور اُس کی ثنائی۔ پھر فرمایا ”اما بعد

دنیا نے منہ پھیر لیا ہے اور گنڈ بھاگی جا رہی ہے اب اس کا صرف اتنا حصہ باقی رہ گیا ہے جتنا کوئی آدمی برتن سے پانی پی لے اور ذرا سا تلچٹ باقی رہ جائے۔ بلاشبہ تم لوگ ایک ایسے گھر میں جانے والے ہو جس کو زوال نہیں ہے اس لئے اچھا تو شہ نے کے وہاں جاؤ کیونکہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایک پتھر جب جہنم کے کنارے سے گرایا جائے گا تو وہ ستر سال میں بھی اس کی تہ تک نہ پہنچ سکے گا اس کے باوجود خدا کی قسم جہنم بھر دی جائے گی۔ کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوتا ہے؟ لو اور سنو! ہمیں بتایا گیا ہے کہ جنت کے ایک دروازے کے دو کڑوں کا درمیانی فاصلہ چالیس سال کی مسافت کا ہوگا۔ لیکن اس کے لئے بھی ایک دن ایسا آئے گا کہ وہاں بھیڑ کی وجہ سے ٹھوہر ہو رہا ہوگا۔ ہماری حالت ایک زمانے میں یہ تھی کہ ایک مرتبہ ہم سات آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا کوئی کھانے کی چیز نہ تھی۔ پتے کھا کھا کر ہمارے منہ زخمی ہو گئے تھے ایک دفعہ مجھے اپنے حصے کی چادر ملی تو میں نے اس کے دو حصے کئے ایک خود لیا اور ایک سعید بن مالک کو دیا۔ ہم دواؤں نے اپنے ان ٹکڑوں سے ازار بنائے آج خدا کی قسم ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے میں خدا کی پناہ آگتا ہوں اس بات سے کہ میں اپنے نزدیک بڑا ہوں لیکن خدا کی نظر میں چھوٹا ہو جاؤں۔ جب کبھی کوئی نبوت ختم ہوتی ہے اس کے کچھ عرصہ بعد ملکیت شروع ہو جاتی رہی ہے پس تم لوگ بھی ہمارے بعد امر کا تجربہ کرو گے“

(مسلم کتاب زہد)

جن فلسفوں یا تحریکوں کا سرشتیہ روح ایمان نہیں اور نہ ہی انہیں درس گاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت حاصل ہوتی ہے ان کے لئے عقیدہ آخرت اور اس نظام فکر کو اختیار کرنا ایسے اچھا سمجھنا ممکن نہیں وہ ہمیشہ اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ اس کو غیر ضروری یا نقصان دہ ثابت کریں وہ چور دروازے نکالنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ یہ نظریہ ایک خاص زمانے میں خاص حالات میں اور بعض خاص اسباب و وجوہات کی بنا پر کامیاب ہوا۔ لیکن یہ بات دھمکی جیسی نہیں کہ قرآن کریم، سیرت نبوی اور حدیث رسول کے اندر یہی دُوح بھری ہوئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی ہوئی صحیح اسلامی تربیت سے جو اسلامی مزاج بنتا ہے وہ یہی ہوتا ہے اور جب بھی فرقہ اور سیرت نبوی کو آزادی سے عمل کرنے کا موقع ملے اور اپنے اثر سے یہ مسلمان مکانیا کر وہ تیار کریں جس پر بیرونی عوامل کے اثرات مرتب نہ ہونے پائیں تو اس گروہ کا مزاج اور طبیعت بلکہ اس کا کردار یہی بنے گا۔ دنیا، اس کے اسباب اور شان و شوکت سے

اجتناب اور صرف گذرا فائدہ کے سامان پر تفرقت، آخرت اور اس کے لئے مقید کاموں کا اہتمام، رب کی ملاقات کا اشتیاق خدا کے ہاں ملنے والے انعامات کو دنیا کے اسباب پر ترجیح اور اللہ کی راہ میں ایمان کی حالت میں موت کا سامنا۔ ایک مومن کے اس طرز فکر کو واضح کرنے والا صحابہ میں سے حضرت بلال کا یہ فقرہ ہم تک پہنچا ہے ”ہذا الاقوال الاحبا محمد وحزبہ“ کل میں اپنے دوستوں حضرت محمد اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات کرنے والا ہوں۔“

**انبیاء اور اصلاحی تحریکوں کی دعوت میں فرق**  
مسلمانوں کی بعض اصلاحی تحریکوں نے عقیدہ آخرت کو بھی پیش کیا ہے اور اس کی اچھی تشریح کرتے ہوئے دنیاوی زندگی میں اس کی تاثیر اور حکمت اور نظام اخلاق میں اس کی اہمیت کا پُر زور تذکرہ کیا ہے لیکن ہر مسجد و قاریہ دیکھے گا کہ ایسا ایمان بالآخرت صرف ایک اخلاقی ضرورت یا اصلاح کے عوام میں سے ایک کی حیثیت سے سامنے آتا ہے جس کے بغیر کوئی بھی اچھی موسسات یا اصلاح متدن قائم نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ اسلامی سوسائٹی وجود پذیر ہو۔ ہم اگرچہ اس نقطہ نظر کی تحسین بھی کریں لیکن حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے طریقے اور ان کی سیرت یا ان کے عملہ کے اختیار کردہ راستے سے یہ نقطہ نظر سرسبز مختلف ہے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ انبیاء کی دعوت ایمان، وجدان، شعور، بندہ اور ایک ایسا عقیدہ ہے جو انسان کے ذہن و فکر اور اس کے اعمال کو اپنے قابو میں لے آتا ہے لیکن اصلاحی تحریکوں کی دعوت صرف اس عقیدہ کی اچھائی کے اعتراف، اس کے بیان ادا سے ایک قانون مرسوم (written law) کی حیثیت دیتے تک محدود ہوتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام جہاں عقیدہ آخرت کی طرف پورے جذبہ اور زور و قوت کے ساتھ دعوت دیتے ہیں۔ دوسرے لوگ اس کے متعلق صرف اسی قدر بات کرتے ہیں جتنی ایک اخلاقی و اجتماعی ضرورت کے لئے یا اصلاح یا نظم و ضبط پیدا کرنے کے لئے بقدر سلامتی کی جاتی ہے یہ بات لیاں ہے کہ دجرائی و شعور اور اجتماعی مصالح کے تقاضوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

**ایمان بالآخرہ ایک عمل قوت کی حیثیت سے**  
آخرت میں گہرے اور مضبوط ایمان یا دنیا پر آخرت کی ترجیح اور دنیاوی دشمنان و شوکت کے معاملے میں زہد اختیار کرنے کا

نتیجہ یہ نہیں نکلا کہ صحابہ قیادت عالم یا لوگوں کا حصہ بننے سے کبھی گھبرائے ہوں انہوں نے نہ کبھی زندگی کی جدوجہد سے علیحدگی اختیار کی، نہ اسباب معیشت اپنے اوپر مہولہ گئے اور نہ نیکی اور سچ کی دعوت کو چھوڑ چھاڑ کے بیٹھ رہے ایمان بالآخرت مسلمانوں کے اندر شکست خوردگی کے احساس اور ضعف کا باعث نہیں ہوا۔ جیسا بعد کے دور میں دیکھا جاتا ہے اس کے برعکس یہی عقیدہ شرکی قوتوں کے مقابلے اور ان کی سرکوبی کے لئے قوت فراہم کرتا رہا۔ شجاعت، دلیری، مضبوطی اور فتح مندی کا یہ بہت بڑا منبع رہا ہے جو آدمی لوگوں میں سب سے شجاع اور حق کے پھیلانے میں سب سے سرگرم ہوتا اور جہاد یا مسلمانوں کی فتح مندی میں جس کا سب سے زیادہ حصہ ہوتا وہی شخص دوسری طرف دنیا سے بیزار، آخرت کا حریف، ایمان، بالآخرت میں مضبوط تر اور شہادت کا درجہ حاصل کرنے اور اپنے رب سے ملاقات کرنے کا سب سے زیادہ مشتاق بھی ہوتا۔ اس عقیدہ کی طبیعت ہے ہی یہی یہ عقیدہ انسان میں شجاعت و شہادت، سرگرمی، دنیوی زندگی کی بے وقعتی اور خواہشات پر قابو کی صلاحیتیں بیدار کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتدائے آفرینش سے اب تک انسان اس عقیدہ سے زیادہ بڑی کسی قوت معنوی سے واقف نہیں ہوا یہ بات

# یارِ غارؑ

خواجہ محمد فاروق صاحب متعلم گورنمنٹ کالج لائل پور۔

عرصہ دراز سے دل میں ایک خواہش تھی کہ دین کے اُن پواغز کے بارہ کچھ عرض کر دوں جن کی صواب تک صفحہ ہستی کو مؤثر کئے ہوئے ہے اور انشا اللہ تا دم آخر قائم رہے گی۔

خلفائے راشدین کے تمام حالات کو اکتف، فضائل اور محاسن اس قدر طویل ہیں کہ یک مشت بیان کرنے کے لئے کافی وقت درکار ہے۔ بہر حال حسبِ توفیق خلیفہ اول یارِ غارؑ رسولِ عربی صلعم حضرت عبداللہ ابوبکر صدیقؓ کے متعلق معروض ہوں۔

ادائیگی دیگر مفروضات اسلام سے آسکار کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور اس نازک وقت میں قوم کے اُس عینِ عظم نے ہی عرب قبائل کے پاس خود ساجر و بادشاہ اور یہ ارشاد فرمایا،۔

و یا در کھو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس لئے اس کا دین بھی لازوال ہے رسولِ اکرمؐ کے ہمارے سامنے سے اوجھل ہو جانے پر یہ دین ختم نہیں ہو گیا ہے بلکہ یہ دین اُسی طرح قائم ہے اگر کسی نے دین کے کسی فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو یاد رکھو اُسے حلقہ اسلام سے خارج کر دیا جائے گا۔

اس تحریک کا اثر یہ ہوا کہ عرب قبائل نے باقاعدہ طور پر زکوٰۃ اور دیگر مفروضات پر نہ صرف عمل درآمد کیا بلکہ اس جذبہ ایمان میں اور بھی اضافہ کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسولِ اکرمؐ کے زمانہ میں تمام ملک عرب میں اسلام کا سکہ بیٹھ چکا تھا لیکن اسلام چونکہ ایک عالم گیر مذہب ہے اور اسے عرب سے باہر کی ابتداء یارِ غارؑ نے ہی کی۔ یعنی

انتخاب رسالت جب کائنات کے اُفق پر طلوع ہوا۔ تو وہ صدیقِ مطلقؓ ہی کی ذات تھی جنہوں نے بلاشبہ مشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باری تعالیٰ کی پیچھے ہونے کی شہادت دی۔ آپؐ کا شجرہ نسب، شریف اور با عظمت گھرانے سے وابستہ ہے چنانچہ آپ کے حد درجہ شریف النفس ہونے کی بڑی وجہ یہی ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو قوم میں خلیفہ کے انتخاب کے لئے ایک عجیب ہنگامہ برپا ہو گیا تھا اور وہ محض اُسی مفکر اسلام اور زبردست شخصیت کا ہی فنِ کمال تھا کہ قوم میں اتحاد پیدا کیا اور قوم کو ایک مرکز پر جمع کیا اور حضرت عمرؓ جیسے دانا صباغی نے بھی اس عظیم شخصیت کے ہاتھ پر ہی بیعت کر لی اور کہا کہ ”قوم میں اس وقت رسولِ اکرمؐ کے بعد حضرت صدیقِ اکبرؓ ہی ہماری رہبری کے قابل ہیں اور یہ ہی ہم سب میں سے ہر طرح افضل ہیں۔“

جب عرب قبائل نے جو کہ اُس وقت نئے نئے سلفہ گوش اسلام ہوتے تھے اور انہوں نے رسولِ اکرمؐ کی وفات پر زکوٰۃ کی

رسول خدا نے جو اپنی وفات سے قبل شام کی فتح کا منصوبہ بنایا تھا۔ تو آنحضرت کی علالت طبع کی وجہ سے یہ ہم بھیجنے میں ناخیر ہو گئی تھی اس کے بعد صدیق اکبر نے مسندِ خلافت پر قدم رکھتے ہی اتباعِ رسول اور احکامِ رسول کی پابندی کی وجہ سے نازک حالات اور صحابہ کرام کے منع کرنے کے باوجود اسامہ بن زید جیسے نوجوان سپہ سالار کو ہم شام پر روانہ کر دیا۔ جو کہ فتح و نصرت کے ساتھ واپس آیا۔ گویا یہ ابتلا تھی جب صدیق اکبر نے خدا کی کتاب ”قرآن حکیم“ کو ایک مسلسل کتابی صورت دی اور یہ کوشش کی کہ قرآن حکیم کی آیات متحد رہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم کی حفاظت باری تعالیٰ کو خود کر لے۔ لیکن یہ سعادت جس کے دستِ مبارک سے پائیہ تکمیل تک پہنچی۔ اس کی شخصیت تو لامقطع ہو۔

یہ تو تھے چند ایک محاسن جو کہ آپ نے اسلام کے استحکام کے لئے کئے۔ آپ کو حسبِ رسول میں لاثانی ہونے کا شرف حاصل ہوا بقول اقبال سے

بروز دلتے کو چراغ ہے۔ بلبل کو بھول بس

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

ماہِ قی میں آپ ہی نے اس قدر گرم ہوشی سے حقیقہ لیا کہ ایک دن یہاں تک نوبت پہنچی کہ خدا اور اس کے رسول کے تمام کے سوا اور کچھ گھر میں موجود نہ تھا۔

نرم دلی کا یہ عالم تھا کہ جب حضورِ علالتِ طبع کے باعث وفات کی امامت کے قابل نہ رہے تو فرمایا کہ اب صدیقِ امامت کو ایا کریں یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا۔

”رَجُلٌ سَرِيقٌ ضَعِيفٌ الصَّوْتِ لَحْثِيءٌ الْبَكَاءِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ“۔ یعنی وہ ایک نرم دل اور کوفہ آواز کے آدمی ہیں اور جب قرآن پڑھتے ہیں تو روتے ہیں۔

آپ رسول اکرمؐ کے سب سے زیادہ رفیق تھے۔ جب آنحضرت نے ہجرت کی تو صدیقؓ بھی کو رفاقت کا فرما حاصل ہوا۔ اور مکہ سے مدینہ

متوڑہ تک شرفِ معیت سے بہرہ ور ہوتے۔ ایک دفعہ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔

فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا كَانَ أَفْضَلَ فِي الصَّحْبَةِ عِنْدِي مِنْهُ أَمَّنْهُ فَإِنِّي لَوَكُنْتُ فَتَحَذُّ أَحْلِيلاً لَا تَخْذُتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَلَكِنْ صَحْبَتُهُ وَإِخْلَؤُا إِيْمَانٍ حَتَّى يَجْمَعَ اللَّهُ بَيْنَنَا عِنْدَهُ۔

یعنی میں کسی کو نہیں جانتا جو میرے نزدیک رفاقت میں باعتبارِ احسانات کے ابو بکرؓ سے افضل ہو۔ پس اگر میں کسی کو قلبی دوست بنانے والا ہوتا تو ابو بکرؓ کو بناتا۔ مگر یہ صرف رفاقت اور قوتِ ایمانی ہے کہ خدا تعالیٰ ہم کو اپنے پاس جمع کرے۔

تو ابو بکر صدیقؓ کو وفات پانے کے بعد بھی قربِ رسولؐ حاصل ہوا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ کوئی معرکہ ایسا نہیں تھا جس میں کہ صدیق اکبرؓ نے اپنی زندگی میں شمولیت حاصل نہ کی ہو اور اس قدر نرم دل ہونے کے باوجود ایک مجاہد ہونا ان کی مستقل مزاجی کی بین دلیل ہے۔

صدیق اکبرؓ کے انتخاب کی داد دیجئے بغیر بھی ہم نہیں رہ سکتے حضرت عمرؓ جیسے مدبر حکمران یا خلیفہ کا انتخاب کرنا بھی حضرت ابو بکرؓ کی فرض شناسی اور زیر کی کا نتیجہ تھا۔

آمد آں یارے کہ مائے واسیم

خوفِ الہی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن ایک پڑیا درخت پر بیٹھی دیکھی اور فرمایا کہ:۔ طوبی لک یا طیر من شجرتی و تستظل من شجرتی و لتصیر الاغیر حساب یا لیت ابا بکر مثلت۔

یعنی اے پرندے خوشحال ہے تو چھل کھاتا ہے درخت کے سایہ میں بسر کرتا ہے حساب کتاب کا کچھ کھٹکا نہیں۔ کاشش! ابو بکرؓ تجھ سا ہوتا۔

نازل ہوتی۔ (سورہ احقاف رکوع ۲)

ووصینا الانسان بوالدیه احسانا۔ طہ  
اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم  
دیا ہے۔

اس کے علاوہ سورہ آل عمران رکوع ۷۱ میں بھی اشارہ ہے

وشارہم فی الامر۔ ج

یعنی اُن سے مشورہ لو ہر کام میں۔

اس کی تصدیقی حدیثوں نے بھی کی۔

یونکہ ہمارا ایمان ہے کہ سرورِ دو عالم کا فرمان خدا کا فرمان

ہے اور وہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے کہتے ہیں تو مندرجہ ذیل  
حدیثیں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

رحمۃ اللعالمین نے ارشاد فرمایا کہ میرے دو وزیر اہل فلک  
میں سے ہیں، جبرئیل اور میکائیل۔ اور دو اہل زمین میں سے ہیں  
ابوبکرؓ اور عمرؓ۔ اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ابوبکرؓ اور  
عمرؓ میرے سمیع و بصیر ہیں۔

تو ظاہر ہے وزیرِ مشورہ کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ  
آنحضرتؐ نے فرمایا۔

ابوبکر و خیر الناس الا ان یکرہن نبی (طبرانی)

یعنی ابوبکرؓ سوائے نبیوں کے سب آدمیوں سے بہتر ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا۔

ان اللہ یکس کا فوق السماء ان یخطا ابوبکرؓ  
(طبرانی) یعنی اللہ تعالیٰ آسمان پر اس بات کو ناپسند فرماتا ہے  
کہ ابوبکرؓ خطا کریں۔

اسی طرح ایک اور جگہ پر ہے۔

احم امتی بامتی ابوبکرؓ (ترمذی)

یعنی میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ  
مہربان ابوبکرؓ ہیں۔

زہد و استغفار آپؐ کی گھٹی میں تھا اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں  
آپؐ قبل از خلافت لوگوں کی بکریاں دودھ دیتے تھے چند بچوں نے آپؐ  
سے عرض کی کہ اب آپؐ امیر المؤمنین ہیں اب بکریاں نہ دودھ کریں  
تو آپؐ نے تاکید فرمایا۔ چھوڑ دھو۔ کہاں ہیں تمہاری بکریاں؟  
تاکہ میں تمہیں اُن کو دودھ دوں۔

تمام عالم اسلام کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد بھی لباس  
میں سادگی اور رہائش کے مکان اور خورد و نوش میں کبھی قیام کی تبدیلی  
نہ کی بلکہ وہی ٹوٹا پھوٹا مکان وہی پیوندگے کپڑے اور وہی روکھا سوکھا  
کھانا جو شروع سے معمول تھا۔

ان صحابیوں کے مالک ہونے ہوتے بھی و بارِ خداوندی  
میں جاتے ہوتے ایک عجیب قسم کی رفقت طاری ہو جاتی اور عجز و  
انحصاری کے باعث اگر یہ وزراء ہی نہ کہ نوبت پہنچتی۔ بس یہ اللہ  
کی دین تھی۔ بقولِ شاعر مشرق ج سے

شانِ کرم پہ مدارِ عشقِ گرہ کشائی کا

ویر و حرم کی قید کیا جس کو وہ بے نیاز د

آپؐ کے فضائل کی تصدیق قرآن حکیم، حدیث جمیل اور صحابہ کرام  
تھے جس جس جگہ کی اُن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

قرآن مجید۔ مندرجہ ذیل آیت جو سورہ احزاب میں سے ہے  
صدیقِ اکبرؓ کی طرف اشارہ ہے۔

هو الذی یصلی علیکم و ملئکتہ یخبرکم من

الظلمت الی النور و کان بالمؤمنین حیماء

یعنی وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے۔ تم پر اور اُس کے فرشتے  
تاکہ نکالے تم کو تاریکیوں سے روشنی میں اور ہے ایمان والوں پر

مہربان۔ علاوہ انہیں جب آیت :- ان اللہ و ملئکتہ

یصلون علی النبئی۔ نازل ہوتی تو حضرت صدیقِ اکبرؓ نے

عرض کی یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ جو فضل و کرم آپؐ پر فرماتا ہے اور  
کیا ہم نیاز مند دل کو بھی شریک فرماتا ہے؟ اس پر یہ آیت کریمہ

ترندی شریف میں ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما  
لاحد عندنا یذیلاً الا وقد کان فاکلاً الا ابابکر  
فان لنا عندنا یذیلاً یکافئہ اللہ بہا يوم  
المقیامتہ وما لنفعنی مال احد قط ما  
نفعنی حامل ابی بکر۔

حضرت ابو بکرؓ کا ثناء نے فرمایا کہ ہم پر کسی کا احسان نہیں جس  
کا بدلہ ہم نے نہ دیا ہو۔ مگر ابو بکرؓ کہ ان کا جو احسان ہمارے ذمہ  
ہے اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دے گا اور کسی کے  
مال نے مجھے وہ نفع نہیں دیا جو ابو بکرؓ کے مال نے دیا۔  
ایک اور جگہ فرمایا :-

ان لم یجد یبخی فاتی ابابکرؓ (بخاری)

اگر تم مجھ کو نہ پاؤ۔ تو ابو بکرؓ کے پاس آنا۔

گویا رسول کریمؐ ابو بکرؓ کی ہر لحاظ سے اپنا خلیفہ سمجھتے  
تھے۔ صحابہ کرامؓ نے بھی صدیق اکبرؓ کے متعلق راستے  
دیں وہ چند ایک مندرجہ ذیل ہیں

قال عمر بن الخطاب رضی اللہ  
عنہ لو وزن ایمان ابی بکرؓ ما  
ایمان اهل الارض لوجج بہم۔

یعنی حضرت عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول  
ہے کہ اگر ابو بکرؓ کا ایمان سارے زمین کے اہل ایمان سے ٹولا  
جاتے۔ تو اس کا پتہ بخاری ہوگا۔

قال علی ابن ابی طالب رضی اللہ  
عنہ خیر هذه الامۃ بعد نبیہا  
ابوبکرؓ وعمرؓ۔ (امام احمد)

یعنی حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ اس امت  
میں اس کے نبیؐ کے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ سب سے بہتر ہیں

(بقیہ صفحہ ۲۴)

نہیں چھوڑا گیا۔ جس پر کوئی اعتراض ہو سکے۔

خواہشات کی دو قسمیں ہیں۔

ایک اپنی خواہش کو پورا کرنا۔

اور ایک دوسرے کی خواہش پر چلنا۔

قرآن کریم نے دونوں خواہشوں پر چلنے والوں کی  
کھلی مذمت ہی نہیں کی بلکہ عقلی اور عملی استدلال کو پیش  
فرمایا ہے سب سے پہلے وہ آیات مطالعہ کریں۔ جو  
دوسروں کی خواہش پر چلنے کے لئے ہیں اور سچ کے  
مقابلہ میں خواہش پر چلنے کو تزیج دیتے ہیں۔

فرماتے ہیں :-

ولئن اتبعت اھوالھم بعد الذی  
جاءک من العلم مالک من اللہ  
من وئی ولا لظیرہ

اور اگر آپ بعد اس علم کے جو آپ کو پہنچ  
چکا ہے ان کی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے۔ تو آپ  
کے لئے اللہ (کی گرفت) کے مقابلہ میں نہ کوئی یار  
رہے گا اور نہ مددگار۔ (باقی)

(بقیہ صفحہ ۲۵) صحابیاتؓ کھانا کھلاتی تھیں۔ چند حدیثیں بھی روایت  
کی ہیں یہ دو اصناف بدرجہ غایت تھے عقل اور دین۔  
شاہدہ میں جب جنگ یرموک ہوئی تو اسماءؓ اس میں شریک  
تھیں۔ ایک نازک موقع پر اپنے خیمہ کی چوب سے نور دیوں  
کو مار ڈالا۔

تاریخ میں ان کی وفات کا زمانہ مفقود ہے۔

# لطائف و طرائف

## دوست و اختر خطبوں میں

مرسلہ محترم جناب خالد مسعود صاحب ایم۔ این سی لاہور

خالد بن عبداللہ القسیری جب امیر مکہ تھے، ایک مرتبہ جمعہ کے دن خطبہ دینے منبر پر کھڑے ہوئے۔ خطبہ میں حجاج بن یوسف کا ذکر کیا تو اُس کی بہت تعریف کی اور اُس کی اطاعت کو پسند کیا۔ دوسرے جمعہ تک انہیں امیر المومنین سلیمان بن عبدالملک کا حکم نامہ آیا۔ کہ حجاج کو شتم کیا جاتے اور اُس کے عیوب کا تذکرہ کیا جاتے اور اس سے اظہارِ براعت کیا جاتے خالد بن عبداللہ منبر پر کھڑے ہوئے خدا کی حمد و ثنا کی پھر وہ کہنے لگے، ”ایلیس کا شمار فرشتوں ہی میں تھا۔ چونکہ وہ بظاہر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیا کرتا تھا۔ مگر اس اطاعت کی بدولت اُسے بزرگ سمجھے تھے مگر اللہ تعالیٰ کو ایلیس کے اس فریب کا علم تھا جو ملائکہ کی نظروں سے اوجھل تھا جب اللہ تعالیٰ نے اس کے عیب کو ظاہر کرنا چاہا ہاے آدم کو سجدہ کرنے کی آزمائش میں ڈالا۔ اس سے فرشتوں کو اصل حقیقت معلوم ہو گئی اور انہوں نے ایلیس پر لعنت بھیجی۔ اسی طرح حجاج بھی بظاہر امیر المومنین کی اطاعت کرتا تھا اور ہم اسی وجہ سے اُسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے لیکن حجاج کے دل میں جو کھوٹ موجود تھا اس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کو کر دی اور جب خدا نے تعالیٰ نے اُس کی فیضیت کو ادنیٰ چاہی۔ امیر المومنین کے ہاتھوں یہ تکمیل کو پہنچی۔ پس تم لوگ بھی حجاج بن یوسف پر لعنت بھیجو۔“ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ یہ کہہ کر آپ منبر سے اُتر آئے۔

● اُسی کہتے ہیں ”ایک اعرابی نماز پڑھ رہا تھا، اُس کے ارد گرد لوگ بیٹھے تھے۔ اعرابی نے نماز کو لمبا کر دیا تو لوگ کہنے لگے کہ اس شخص نے کیا خوب نماز پڑھی۔“ اعرابی فوراً کہنے لگا۔ ”آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں روزہ سے بھی ہوں۔“

● طاہر بن حسین نے ابو عبد اللہ المروزی سے کہا ”ابو عبد اللہ! آپ عراق میں کب سے آتے ہوئے ہیں؟“ ابو عبد اللہ نے جواب دیا ”میں بیس سال پیشتر عراق میں داخل ہوا۔ اور مجھے روزہ رکھتے ہوئے اب تیس سال ہو چکے ہیں۔“ طاہر نے کہا ابو عبد اللہ۔ سوال تو میں نے ایک ہی کیا تھا۔ آپ نے مجھے دو سوالوں کا جواب دیا۔“



# خواہش

شیخ طریقت جناب حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب مدظلہ العالی دربارِ شریف

★ خواہشات سے زندگی بنتی ہے یا بگڑتی ہے ؟  
★ خواہشات زندگی ہے یا موت ؟

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس کا حل آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ اہل دنیا جو بکثرت ہیں۔ اور اہل علم میں جو چوٹی کے افراد ہیں ان کا خیال عام و خاص یہی ہے۔ ”وہ کہ خواہش سے زندگی ہے اگر خواہش اور طلب نہ ہوتی تو ایک لمحہ کے لئے دنیا زندہ نہ رہ سکتی یہی خواہش انسانی زندگی کا آبِ حیات ہے۔ ہر انسان اپنی خواہش کے پورا کرنے میں سرور و کوشش کر رہا ہے۔ اپنا دل، اپنا جسم، اپنا ذہن اس میں صرف کر کے خوشی کی لذت سے ہمکنار ہوتا ہے اور جب ایک خواہش کے پورا ہونے سے بیکار ہی پیدا ہونے لگتی ہے تو پھر ~~کے~~ پورا کرنے میں مشغول اور مصروف ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ خود بخود ایک دوسرے کے ساتھ ایسے جکڑا ہوا ہے کہ کبھی خواہشات کا سلسلہ انسانی زندگی میں ختم نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ موت آجاتی ہے اور یہی ہے زندگی کا حقیقی تہا جس سے دنیا گزرائی آسان ہو جاتی ہے اور اسی سے دنیا آباد ہے درہ ایک انسان جس کے اندر خواہشات کا تلاطم نہ ہو۔ وہ ایک بے جان، بے مزہ اور بے کیف زندگی میں سٹرا ہوتا ہے جب ذوق نہیں تو ایسے جینے سے مرنا اولیٰ

ہے اور جب ذوقِ عمل نہیں تو بے کاری ہوگی۔ دوسری طرف ایک مخصوص طائفہ صوفیائے کرام کا ہے وہ کہتا ہے کہ زندگی کا اصل راز خواہش کے ختم کرنے سے کھلتا ہے اور خواہشات کو جب تک سرا سر ختم نہیں کر لیا جاتا اس وقت تک اطمینانِ دل نصیب نہیں ہوتا دنیا کے لاکھوں آرام پیدا کئے جاویں لاکھوں سرور پیدا کرنے کے سامان مہیا کئے جاویں لیکن دل کی دنیا دیران نظر آدے گی اور دل ہر اک ہر گھڑی پریشانیوں میں مبتلا ہوگا یہاں تک کہ وہ ان ناکامیوں میں آخری موت کے لئے تیار ہو جاتے گا۔

ماں، باپ، خویش و اقارب اور دوست و احباب کی کوئی قیمت ایک خواہش کے مقابلہ میں نہیں رہتی۔ حتیٰ کہ دین کے حلال و حرام بھی درمیان سے اٹھ جاتے ہیں۔ اور قوم و ملت کا احترام اور وقار صرف ایک خواہش پر قربان کر کے ہمیشہ کے لئے ذلت کا داغ ماتھے پر چمکایا جاتا ہے اور قوم و ملت کی موت سے پہلے موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے اور ہمیشہ کی لغت اپنی نسلوں کے لئے چھوڑ جاتا ہے

بتلاوے دی تیدھی ہے اور اگر (بالقرض) تو تابداری کر لے ان کی خواہش کی بعد اس کے جو تجھ کو پہنچا۔ تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ دیکھ (۲) وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ أَتَأْكُلُ مِنْ لَدُنْهِ ۚ

اور اگر تو چلا ان کی خواہشوں پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا۔ تو بے شک تو بھی ہوا بے انصافوں سے۔ (۳) وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ

اور مت چل ان کی خواہشوں پر۔ اور بچتا رہ ان سے کہ تجھ کو بہکا نہ دیں (کسی ایسے حکم سے جو تارا ہے اللہ نے تجھ پر۔

(۴) وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط

اور ان کی خوشی پر مت چل۔ چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا۔

(۵) وَإِنْ كَثُرَ لَا يُضِلُّوكَ جَاوِزُ الْغَيْرِ عَالِمُ

اور بہت لوگ بہکاتے پھرتے ہیں اپنے خیالات پر بغیر تحقیق کے۔

(۶) وَاتَّبِعْ هَوَاةَ فَمَثَلُهُ مَثَلُ الْكَلْبِ إِنْ حُمِلَ عَلَيْهِ يَلْهَثُ أَوْ تَتْرَكَ يَلْهَثُ

اور پیچھے ہو لیا اپنی خواہش کے۔ اس کا حال ایسا ہے جیسے کتا اس پر بوجھ لاوے تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے

(۷) وَاتَّبِعْ هَوَاةَ وَكَانَ امْرُؤَ فَرَطًا

اور پیچھے پڑا ہوا ہے اپنی خوشی کے اور اس کا کام ہے حد پر نہ ہنا

اور صفحہ تاریخ میں یہ داغ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم ہو جاتا ہے تجارت پیشہ اپنی قوم کا خون کیوں چوستے ہیں؟ روسا اور زمیندار طبقہ کیوں اپنی رعایا کے دشمن ہو رہے ہیں؟ یہ تمام تباہیاں کیا خواہشات کی نہیں؟ درنہ ان کے لئے کیا کچھ نہیں؟ کھانے کے لئے اچھے کھانے۔ پہننے کے لئے اچھے اور عمدہ لباس پہننے کے لئے اچھے مکان۔

مد فکر ہر کس بقدر سمیت دوست

نظر اپنی اپنی اور فکر اپنا اپنا۔ غور و فکر کیا جائے۔ تو دونوں پلو برابر نظر آتے ہیں کسی ایک نظریہ کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ پہلے نظریہ کی مالک تمام دنیا ہے اور دوسرے نظریہ کے قائل صرف چند نفوس ہیں اور بس۔

اگر صرف اُلو کا مسئلہ ہوتا تو یقیناً پہلا نظریہ صحیح تھا کہ دنیا اسی کی قائل ہے اور اسی پر چل رہی ہے۔ دوسرے نظریہ کے قائل اگر چند نفوس موجود بھی ہیں تو عمل میں تو منفرد ہیں اس لئے جب کبھی مقابلہ ہوتا ہے تو پچھلا کر وہ شہر ہو کر رہ جاتا ہے لیکن ایسے مسائل کی تحقیق کثرتِ اُلو سے بلند ہے بلکہ اس کو نظرِ حقیقت سے مطالعہ کرنا ہوگا اور وہ ہے ہمارے پاس قرآن حکیم، اس لئے ہم قرآن حکیم کی طرف اس مسئلہ کے حل کرنے کے لئے اپنا رخ موڑتے ہیں :-

(۱) وَلَنْ تَرْضَى عَنْتِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى حَتَّى تُلَاقِيَهُمْ قُلُوبُ الْهَدَى ۚ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ الْوَعْدِ إِلَّا نَقِيرٌ ۚ

اور یہ ہرگز ماعنی نہ ہوں گے تجھ سے یہود و نصاریٰ جب تک تو ملاح نہ ہو ان کے دین کا۔ تو کہہ دے جو راہ اللہ

أَضَلَّهُ اللهُ عَلَىٰ عِلْمٍ طَوَّعْتُمْ عَلَىٰ  
سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ  
غِشَاءً طَفَفَ فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ  
أَظْلَمَ أَفْلا تَذَكَّرُونَ ۝

بھلا دیکھ تو جس نے ٹھہرا لیا۔ اپنا حکم خواہش  
کو اور راہ سے بچا دیا اس کو اللہ نے بوجھتا۔ اور مہر  
لگا دی اُس کے کان پر اور دل پر اور ڈال دی اُس  
کی آنکھ پر اندھیری۔ پھر کون لاتے رہے۔ اللہ کے  
سوا۔ سو کیا تم غور نہیں کرتے۔

(۱۲) اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوٰى  
اِلَهَافَنَفْسِ ط۔

محض اٹکل پر چلتے ہیں اور جو دل کی مانگ ہے۔  
(۱۵) وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا اِهْوَا تَهْم ط۔

اور جھٹلایا اور چلے اپنی (خوشی) خواہش پر۔

(۱۶) وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَفْسِ  
النَّفْسِ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ  
الْمَاوٰى ۝

اور جو کوئی ڈرا ہو اپنے رب کے سامنے کھڑا  
ہونے سے اور روکا ہو اس نے جی کو خواہش سے۔  
سو بہشت ہے اُس کا ٹھکانا۔

(۱۷) فَاَمَّا مَنْ طَغٰى وَاشْرٰ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا  
فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاوٰى ۝

سو جس نے شرارت کی ہو اور بہتر سمجھا ہو دنیا کا  
جینا سو دوزخ ہی ہے اس کا ٹھکانا۔

آیات بالا کو غور سے دوبارہ، سہ بارہ پڑھ لیا  
جائے اور دیکھا جائے کہ ”ہوا“ (خواہش کی مذمت  
کشی اور کس طریقہ بتیاد سے کی گئی ہے اور کوئی نقطہ ایسا  
(باقی صفحہ پر)

(۱۸) وَلَوْ اتَّبَعَ الْحَقُّ اِهْوَا تَهْم لَغَسَلَتْ  
السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط۔

اور اگر سچا رب چلے ان کی خوشی پر تو خراب ہو جائیں  
آسمان اور زمین اور جو کوئی اُن میں ہے۔

(۱۹) اِفْثَرَيْتَ مِنْ اِتَّخَذَ الْهَبَةُ هَوَا ۝

بھلا دیکھ تو اس شخص کو جس نے پرچنا اختیار  
کیا اپنی خواہش کا۔

(۲۰) اِنَّمَا يَتَّبِعُونَ اِهْوَا تَهْم وَمَنْ

اَضَلَّ مَثَلٌ اَتَّبَعَ هَوَا ۝ بَغِيْرَ هَدٰى  
مِنْ اِلٰهِ ط۔

کیا وہ چلتے ہیں صرف اپنی خواہشوں پر اور اس  
سے زیادہ گمراہ کون ہے۔ جو چلے اپنی خواہشوں پر  
بدول راہ بتلاتے اللہ کے۔

(۲۱) يَاۤاٰدُوۤا اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِى

الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ

سَبِيْلِ اِلٰهِ ط۔

اے اڈو ہم نے کیا تجھ کو نائب ~~ہے~~ ~~ہیں~~ سو تو حکومت  
کر لوگوں میں انصاف سے اور نہ چل جی کی خواہشوں پر  
پھر وہ تجھ کو بھلا دے اللہ کی راہ سے۔

(۲۲) ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ

فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اِهْوَا ۝ الَّذِيْنَ

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک لاسہ پر دین کے  
کام کے سو تو اس پر چل اور مت چل خواہشوں پر  
ناواقفوں کی۔

(۲۳) اِفْثَرَيْتَ مِنْ اِتَّخَذَ الْهَبَةُ هَوَا ۝

(سلسلہ اشاعت گذشتہ)

# صحابیات

محترم حکیم محمد فاروق صاحب لاہور

## حضرت اسماءؓ

اسماءؓ نام اور لقب ذات النطاقین تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ہمیشہ، ماں کا ہم قلم تھیں، آغاز نبوت کے وقت ان کی عمر ۱۴ سال تھی۔ مکہ میں پیدا ہوئیں۔

مشہور صحابی زبیر بن العوام سے نکاح ہوا۔ میاں بیوی کو قبول اسلام میں اولیت کا شرف حاصل ہے اور ایمانداروں کی صفِ اول میں ان کا اٹھارہواں نمبر تھا جب ہجرت مدینہ کا وقت آیا تو ابوبکر صدیقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ دوپہر کو ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لائے اور ہجرت کا ارادہ ظاہر کیا حضرت اسماءؓ اور عائشہؓ سامان سفر باندھنے لگیں حضرت اسماءؓ نے گریہ نہ کیا کہنا شہدہ دان کا منہ باندھا۔ عرب میں کربند نفاق (بیٹھی) کہا جاتا ہے۔ اسی شرفِ خدمت کی وجہ سے ان کا لقب ذات النطاق (دو پٹٹیوں والی) مشہور ہو گیا۔ یہ اسلامی سوسائٹی کی طرف سے خطاب تھا۔ ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنا کل پیہ ساتھ لے گئے ان کے والد ابوحنظلہ کو حبسِ ہجرت کا پتہ چلا۔ تو نہایت افسوس کے ساتھ بولے۔ ابوبکرؓ

ہمیں جانی اور مالی دونوں قسم کی تکلیف دی حضرت اسماءؓ نے کہا۔ داد اچان! وہ تو دولت کا بہت سا حصہ چھوڑ گئے ہیں۔ یہ کہہ کر اٹھیں اور جس جگہ مال پٹا رہتا تھا وہاں پتھر رکھ کر اوپر کپڑا ڈال دیا اور پھر داد اکو لے جا کر کہا، دیکھ تلخچہ، یہ سب کچھ رکھا ہے، ابوحنظلہ نابینا تھے، ٹٹول کر دیکھا تو کہا، ہمارے کھانے کے لئے کافی ہے، حضرت اسماءؓ نے ابوحنظلہ کو اطمینان دلانے کے لئے ایسا کیا تھا۔ ورنہ وہاں تو ایک پاتی بھی نہ تھی جب قیام کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اورافع کو مکہ بھیج کر اہل و عیال کو مدینہ بلالیا۔ تو حضرت اسماءؓ بھی مدینہ آگئیں، قبا میں قیام ہوا۔ یہاں مشہور صحابی اور مجاہد و شہید عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے، حضرت اسماءؓ اسے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں، آپ نے اسے دعادی اور اپنا لعاب دہن اُس کے منہ میں ڈالا عبداللہ بن زبیر جب جوان ہوئے تو حضرت اسماءؓ انہیں کے پاس رہنے لگیں، کیونکہ حضرت زبیرؓ نے انہیں طلاق دے دی تھی، ساری عمر غربت اور افلاس کے گوارہ میں بسر کی اسلئے گھر کے امور اور اخراجات کے معاملہ میں نہایت حساب اور غور سے کام لیتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ ایسا نہ کیا کرو، کیونکہ حساب کر کے خرچ کرنے والے کو خدا بھی حساب سے ہی دیتا ہے، اسی فرمانِ مبارک

ایک غلام دیا۔ جو گھوڑے وغیرہ کی دیکھ بھال کرتا تھا، اس پر حضرت اسماءؓ نے کہا: ”کہ ابو بکرؓ نے گویا مجھے آزاد کر دیا ہے ساری عمر قویہ حال رہا جس کا خاکہ ادب دیا گیا ہے آخری عمر میں جب مسلمانوں کا دور انحطاط شروع تھا، اسلام اسماءؓ اور حجاز پر ایک غیر معمولی سانحہ پیش آیا۔ جو تاریخ کی پیشانی پر نوین الفاظ سے لکھا ہوا ہے۔

بنو امیہ میں شخصی حکومت کا آغاز ہوا تو صالحین نے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ استبدادیت پسند انسان جاہ و منصب کی خاطر اصول اور سچائی کو قربان کرنے پر تیلے ہوئے تھے اس کے خلاف اسلام اور صداقت کا تحفظ کرنے والے اپنی جان کی بازی لگا رہے تھے، شہادت جینے کا واقعہ گزر چکا تھا۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین الہی کو تھامنے والے باطل کی قربان گاہ پر اپنے خون سے اسلام کے حروف کندہ کر رہے تھے ہر طرف خوف و ہراس طاری تھا، ”ابتلا“ کا عالم تھا۔ نصف صدی بھی نہ گزرنے پائی تھی کہ وہی ستم جو مکر بن سخی نے ڈھائے تھے آج سخی پرست سخی کا نام لے کر سخی پر چلنے والوں پر ڈھارہے تھے۔ واقعہ کربلا کے بعد حضرت اسماءؓ کے صاحبزادہ عبداللہ بن زبیرؓ نے استبدادیت کے مقابلہ میں اسلامی ریاست اور خلافت کا اعلان کر دیا، ان کا مرکز مکہ معظمہ تھا، یہ تحریک بنو امیہ کے حاکم ثانی یزید کو جو فاسقی و جابر تھا ایک لمحہ بھی چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی۔ اس نے عبداللہ بن زبیرؓ کو جبر کیا کہ وہ بنو امیہ کی خلافت پر بیعت کرے۔

مگر یہاں دراصل بیعت، خلافت اور حکومت کا تنازعہ نہ تھا۔ متنازعہ فیہ بات تو یہ تھی کہ سخی اور باطل کو جدا کیا جائے، تقویٰ اور ظلم کے درمیان جنگ تھی۔ اسلئے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے انکار کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

کے بعد یہ عادت چھوڑ دی چنانچہ آمدنی بھی ضرورت کے مطابق ہو گئی اور پھر کبھی تنگ دست نہیں ہوتیں فیاضی میں بھی سبقت لے گئی تھیں ان کے صاحبزادہ عبداللہ بن زبیرؓ کا قول ہے کہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو سابق الخیرات نہیں دیکھا۔ اکثر اوقات کل سرمایہ عزیزوں پر صرف کر دیتیں اور خود متوکل علی اللہ ہوجاتیں، غلام بکثرت آزاد کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ان کی ماں جو حالت کفر میں تھی، مدینہ آئیں اور ان سے کچھ روپیہ مانگا۔ انہوں نے کچھ دینے سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، ”میری ماں مشرک ہے۔ کیا میں اُس کی کچھ مالی امداد کر سکتی ہوں؟“

حضرتؐ نے فرمایا: ”وہ تمہاری ماں ہے۔“ اکثر اوقات قرض اٹھا کر گزارہ کرتی تھیں۔ ایک دفعہ کسی نے کہا: کہ تم خود قرض لے کر گزارہ کرتی ہو، اور جب کشادہ دستی ہوتی ہے تو سب کچھ خیرات کر دیتی ہے۔ قرض بُری چیز ہے، جواب دیا۔ جس کی مرضی قرض ادا کرنے کی ہو خدا اُس کی مدد کرتا ہے۔“

بہت سے معج کئے۔ زاہدہ اور عابدہ تھیں ان کے مقدس کا اس قدر چرچا تھا کہ لوگ ان سے دعا کرتے تھے اخلاق، ہجرات، بہادری اور خود داری ان کی طبیعت کا فطری جوہر تھا۔ خلافت راشدہ کے بعد جب بدامنی کا دور شروع ہوا۔ تو تحفظ ذات کے لئے ایک نخر ہمیشہ پاس رکھتی تھیں۔ طبیعت میں انکساری اور تواضع تھی محنت اور مشقت میں عار نہ سمجھتی تھیں۔

حضرت زبیرؓ کے ساتھ جب نکاح ہوا تو گھر کی کل کائنات ایک ادنیٰ اور ایک گھوٹا تھا اس لئے محنت اور جفا کشی کی عادت ہو چکی تھی جو زبیرؓ کے زمانہ میں مفید ثابت ہوئی۔ اس وقت کو دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے انہیں

بیٹے نے ماں کے حکم کی تعمیل کی اور بہادرانہ لڑکر شہید ہو گئے اس پر بھی معاندین کا جوش ٹھنڈا نہ ہوا تاریخ میں جس کا نام ظالم مشہور ہے، اسی حجاج بن یوسف نے ان کی لاش کو تین دن سو لی پر لٹکائے رکھا۔ تیسرے دن خدا کی راہ میں بیٹے کو قربان کر سنے والی ماں لاش پر آئی۔ دیکھا کہ لاش ٹنک رہی ہے، صبر و تحمل کا دریا تھا جو اس وقت اُٹھ آیا۔ دل کو تھام کر اس منظر کو دیکھا اور کہا وکیا ابھی تک اس گھوڑے سوار کے اُترنے کا وقت نہیں آیا؟ حجاج کو تو ان سے بڑھتی ایک آدمی کو بھیجا کہ اس کو بلالائیں، انہوں نے جانے سے انکار کیا۔ حجاج نے ڈانٹ بتائی پھر بھی وہی انکار رہا۔ بالآخر مجبور ہو کر حجاج خود حاضر ہوا اور کہا۔ دیکھو میں نے دشمن خدا (نحوہ باللہ) کے ساتھ کیا سلوک کیا، اسامہ بولیں تم نے اس کی دنیا بگاڑ دی اُس نے تیری آخرت خراب کر دی مجھے معلوم ہے کہ تو ان کو طعنہ ذات النطاقین کا بیٹا کہتا تھا خدا کی قسم ذات النطاقین میں ہوں، لیکن یاد رکھو، میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ تعقیف میں ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا، چنانچہ کذاب کو دیکھ چکی اور ظالم تو ہے چند دن کے بعد حجاج نے عبدالملک کے حکم سے لاش اترا کر یہود کے قبرستان میں پھینکوا دی، حضرت اسماء نے لاش منگوائی، اور غسل و کفن دیا، ہر عضو الگ الگ ہو رہا تھا، لیکن حضرت اسماء نے صبر کیا۔

سچی گوئی کا یہ عالم تھا کہ اس واقعہ کے دو تین دن بعد حجاج بن یوسف منبر پر بیٹھا ہوا تھا، حضرت اسماء کینز کو ساتھ لے کر آئیں، حجاج نے کہا، تمہارے بیٹے نے خدا کے گھر میں الحاد پھیلا یا تھا، اس لئے خدا نے اس کو عذاب دیا۔ انہوں نے بربستہ جواب دیا، ”تو جھوٹا ہے، وہ محمدؐ نہ تھا، صائم پارسا اور شب بیدار تھا۔“ آپ جو

کی شخصیت مسلمانوں میں مسلم تھی۔ خلافت کا اعلان ہوتے ہی لوگ جمع ہو گئے، اسی کشمکش میں یزید کا عہد حکومت ختم ہوا اور عبدالملک بن مروان کا دور شروع ہو گیا۔ اُس نے عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ کی تیاریاں شروع کیں۔ افواج شام نے خانہ کعبہ کا محاصرہ کر لیا۔ پتھر برساتے گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر والدہ کی خدمت میں آئے۔

حضرت اسماء بیارہ خلیں، پوچھا۔ کیا حال ہے؟ بولیں۔ بیمار ہوں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا۔ آرام تو آدمی کو موت کے بعد ملتا ہے۔ حضرت اسماء نے جواب دیا۔ تم میری موت کی آرزو کرتے ہو۔ لیکن میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔ میری تمنا یہ ہے کہ تم لڑکر شہید ہو جاؤ اور میں صبر کروں، یا تم فاسقین کے مقابلہ میں کامیاب ہو جاؤ تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں، حضرت اسماء دعا کیا کرتی تھیں کہ جب تک عبداللہ کی لاش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے۔ اب وہ وقت آن پہنچا تھا۔ عبداللہ بن زبیر نے ماں کے حوصلہ افزا ارادے دیکھے تو ہنس کر باہر چلے گئے مجاہدین کو ساتھ لے کر پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا، رفتار ایک ایک کر کے اپنی شہادت سے اسلام کی صداقت کا عملی ثبوت پیش کر گئے، حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت کا وقت قریب آیا تو آپ دوبارہ ماں کی خدمت میں مشورہ کرنے کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کیا مناسب شرائط پر صلح کرنا بہتر نہ ہوگا۔ بولیں۔ بیٹا قتل کے خوف سے دولت کمینز صلح بہتر نہیں ہوتی، عزت کے ساتھ تلوار مارنا دولت کے ساتھ کوڑا مارنے سے بہتر ہے۔ اس سے حضرت اسماء کی بہادری، خود داری اور استقلال کا ثبوت ملتا ہے کسی ماں نے کبھی بیٹے کو شہادت کی ایسی ترغیب نہ دی ہوگی۔ جب کہ شہادت سر پر تیار کھڑی ہے۔ فرمانبردار

دعا کیا کرتی تھیں وہ ایک ہفتہ بعد پوری ہو گئی یعنی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے سات روز بعد انتقال کیا اس وقت ان کی عمر ایک سو سال تھی، مگر تحت اب بھی اچھی تھی، بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں۔ بیٹے کی شہادت کے واقعہ سے تاریخ میں ان کا نام زندہ ہے، لوگ اسماء اور عبداللہ بن زبیرؓ کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

### حضرت ہندؓ

ہند نام تھا، قبیلہ قریش سے تھیں، باپ کا نام عتبہ تھا جو قریش کا معزز رئیس تھا۔ تاریخ میں ہند ”جگر نور“ کے نام سے مشہور ہیں اس کی تفصیل آئندہ آتے گی۔ پہلا نکاح خاکہ بن مغیرہ سے ہوا۔ پھر جگر سے کی بناء پر علیحدگی ہو گئی۔ اور بنو امیہ کے مشہور سردار ابوسفیان سے نکاح ہوا، باپ (عتبہ) بیٹی (ہند) شوہر ابوسفیان (تینوں کو اسلام سے سخت دشمنی تھی، تاریخ میں ان کے جگر پاش کارناموں کی تعداد وسیع ہے جو انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے انجام دیئے۔

ابو جہل ان سب کا سردار تھا لیکن جب معرکہ بدر پیش آیا تو قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے، ابو جہل اور عتبہ بھی تھے اب میدان صاف ہو گیا، ان کے مرنے کے بعد سیادت اور قیادت کا منصب ابوسفیان کے ہاتھ آیا، کیونکہ اہل مکہ میں اب اس سے زیادہ حیثیت اور طاقت کا کوئی آدمی نہ تھا، اس نے انتقام کے طور پر معرکہ احد شروع کر دیا۔

اہل مکہ جنگ بدر کی شکست کھا کر بہت پشیمان تھے اب وہ پورے سرو سامان سے آئے ہند بھی شریک تھیں ان کے باپ عتبہ کو آنحضرت صلیم کے چچا حمزہؓ نے قتل کیا تھا

ہند اسی انتقام کا جوش لے کر آئیں۔

مکہ میں جبیر بن مطعم کا ایک غلام جس کا نام وحشی تھا وہ نیزہ اندازی میں ماہر تھا اور ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا گو بعد میں وہ ایمان لے آیا اور پھر اپنی ان حرکات کا عوض اسلام کی خدمت کر کے ادا کر تارا۔

ہند نے اسے اس شرط پر حمزہؓ کے قتل کے لئے مامور کیا، کہ اس کے بعد اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ جنگ میں جب حضرت حمزہؓ مصروف پیکار تھے تو اس نے نیزہ پھینکا، جو ناف سے گزر کر پار ہو گیا حضرت حمزہؓ نے اسے بڑھنے کی کوشش کی مگر لڑکھڑا کر گر گئے اور روج پر وار کر گئی۔

حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی نے ایمان لانے کے بعد اس عظیم غلطی کا کفارہ اس طرح ادا کیا کہ میلہ کذاب کو جو یمامہ میں نبوت کا مدعی تھا قتل کر دیا۔

جوش انتقام میں اہل مکہ نے کشوگان احد کے ساتھ نہایت ذلت آمیز سلوک کیا۔ ہند نے ان کے ناک اور کان کاٹ کر گلے میں ہار ڈالا۔ اس سے بڑھ کر سنگدلی اور شقاوت یہ ہوتی کہ حضرت حمزہؓ کی لاش پر آئیں اور پیٹ پھاڑ کر جگر نکالا اور چبانے لگی، ننگے کا ہادہ تھا مگر وہ گلے سے نیچے نہ اتر سکا۔ اس لئے اگل دیا یہی وجہ ہے کہ انہیں ہند جگر خور کہتے ہیں۔ جب مکہ فتح ہو گیا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ مکہ کی عورتیں بھی بیعت کے لئے آئیں جن میں ہند بھی تھیں بیعت کے وقت تک دل صاف نہ ہوا تھا۔ اس لئے گستاخانہ باتیں کرتی تھیں۔ رحمۃ اللعالمین نے اس موقع پر نہایت شفقت کا ثبوت دیا۔ حالانکہ حضرت حمزہؓ کی شہادت کا واقعہ کچھ کم درد انگیز نہ تھا۔ رسول اللہ صلیم

بلکہ گھر میں بیٹھ کر اولاد کی پرورش کرتی ہیں زیادہ سے زیادہ ہمارا کام گھر و بی بی حفاظت کرنا ہے کپڑوں اور برتن کی صفائی رکھنا ہے تو کیا اس صورت میں ہم کو بھی اجبر خیر کی توقع رکھنی چاہئے؟ حضرتؑ نے صدر و مذہ کی گزارشات کو سنا اور صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا: ”کیا تم نے کبھی کسی عورت کی زبان سے ایسی گفتگو سنی ہے؟“ (یعنی فرائض و حقوق کے متعلق ایسا جامع سوال) لوگوں نے عرض کی: ”ہاں“۔

پھر اپنے اسماء کو فنی طلب کیا اور فرمایا: ”عورت کے لئے شوہر کی خدمت اور رضا جوئی ضروری چیز ہے، اگر وہ بری کے فرائض ادا کرتی اور شوہر کی مرضی پر چلتی ہے تو جس قدر ثواب مرد کو ان تمام باتوں کے کرنے سے ملتا ہے (جن کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے) اتنا ہی ثواب عورت کو ملے گا۔“

اس واقعہ کو تیسرے صدیوں سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے مگر مفکرین اور مقلدین مشرق کے نظریات کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ اسی صورت حال کیلئے افشاں فرمائے تھے عورتوں کے نزدیک یہ مسئلہ بڑی کشمکش کا باعث بن گیا ہے کہ عہد کو مساوی حقوق ملنے چاہئیں اور وہ بیٹری دنیا میں اگر اپنی ولایت کی خود کفالت کرے، اس استفسار سے بے چارہ کی حل ہو جاتی ہے۔ اور کسی مزید توضیح کی ضرورت نظر نہیں آتی، کیونکہ اس میں عورت کے حق و حمل مستحق کر دیئے گئے ہیں اس کے باوجود اگر کوئی اپنی صوابدید پر عمل کرنا چاہتا ہے تو اسلام کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ اسی موقع پر حضرت اسماءؓ کی خالہ نے ہاتھوں میں سونے کے انگلیں اور انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں جنھوں نے فرمایا: ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو، عرض کی نہیں۔ فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتی ہو کہ خدا آگ کے کنگن پہناتے ہو؟ انھوں نے یہ زیورات فوراً اتار دیئے۔ اس کے بعد اسماءؓ نے کہا: ہم بیعت کرنا چاہتی ہیں۔ آپ ہاتھ بڑھاتے فرمایا: ”میں عورتوں سے مصافحہ نہیں لیا کرتا۔“

حضرت اسماءؓ بڑی مہمان نواز تھیں۔ (اور اصرار سے

کے اس صبر ضبط کی وجہ سے زندہ بے حد متاثر ہوئیں) اصل اس کے مسلمان ہونے کا یہی لمحہ تھا، پہلے اس کی زبان نے کلمہ پڑھا تھا، اب اس کا دل بھی اس کا گواہ بن گیا، دلہی پر صحیح مسلمان بن چکی تھیں۔ گھر جا کر بت توڑ ڈالے۔ اور زلیخا مہر کا فقرہ دہرایا۔ ”یہ تمام نصیازہ تمہاری پرستش کی وجہ سے بھگتنا پڑا“ اس سے پہلے ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی دشمن نہ تھا اور اب ان سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا، اسلام کی حقانیت نے یہاں تک اثر کیا کہ فتح مکہ کے بعد جنگ یرموک میں رومیوں کے مقابلہ میں دونوں میاں بیوی نے اپنے جوہر دکھائے۔ بنو امیہ کی نسل انہی سے چلتی ہے حضرت امیر معاویہؓ آپ کی نسل سے تھے، ان میں، عترتِ نفس، خیرت اور تدبیر بہت تھا فیاض تھیں۔ حضرت عمرؓ کے ہمد خلافت میں وفات پائی۔

### اسماء بنت ابی بکرؓ

اسما نام اور ام سلمہ کثرتِ محلیٰ مدینہ میں اسلام قبول کیا جب بیعت کیلئے آئیں تو چند عورتوں کا ایک فخذ تھا جس کی قیادت کر رہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے انھوں نے عرض کی کہ مسلمان عورتوں کی طرف سے چند اشکال لے کر آئی ہوں، اجازت لے کر اپنے مطالبات پیش کئے۔ جو عورتوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ خدا نے آپ کو مرد اور عورت سب کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا ہے، ہم آپ پر ایمان لائی ہیں، لیکن ہماری حالت مردوں سے جداگانہ ہے، اول ہم پردہ نشین ہیں، اسلئے جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہو سکتیں۔ اس کے برعکس مرد جمعہ، اجتماعت، جہاد، حج اور جنازہ میں شریک ہوتے ہیں، بعض کی عیادت کے لئے جاتے ہیں اور ہم عورتیں ایسا نہیں کر سکتیں۔